ماؤزے تنگ

تضاد کے بارے میں

On Contradiction

(اگست 1937)

اشیا میں تضاد کا قانون، یعنی وحدت اضداد کا قانون مادی جدلیات کا بنیادی قانون ہے۔ لینن نے کہا ہے: ''جدلیات دراصل اس تضاد کا مطالعہ ہے جو خود اشیا کی ماہیت میں موجود ہوتا ہے۔'' ☆1 لینن نے اکثر اس قانون کو جدلیات کی ماہیت قرار دیا ہے، انہوں نے اسے جدلیات کا مغز بھی کہا ہے☆2۔ لہذا اس قانون کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں مختلف النوع سوالات، متعدد فلسفیانہ مسائل کا ذکر کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم ان تمام مسائل کو اچھی طرح سمجھ لیں تو ہم مادی جدلیات کا بنیادی طور پر ادراک کر لیں گے۔ یہ مسائل ہیں: دو کائناتی تصورات، تضاد کی ہمہ گیریت، تضاد کی تخصیص، اصل تضاد اور تضاد کا اصل پہلو، تضاد کے مختلف پہلوؤں کی یکسانیت اور کشمکش، اور تضاد میں مخاصمت کی حیثیت۔

فلسفے کے بارے میں یہ مقالہ کامریڈ ماؤزے تنگ نے اپنے مقالے ''عمل کے بارے میں'' کے بعد لکھا تھا۔ ''عمل کے بارے میں'' کی طرح اس مقالے کا مقصد بھی یہی تھا کہ عقیدہ پرستانہ فکر کی اس سنگین غلطی پر قابو پایا جائے جو ان دنوں پارٹی کے اندر پائی جاتی تھی۔ دراصل یہ مقالہ ینان کے جاپان دشمن فوجی اور سیاسی کالج میں لیکچروں کی صورت میں پڑھا گیا تھا۔ اسے <<منتخبات>> میں شامل کرتے وقت مصنف نے اس پر نظر ثانی کی تھی۔

حالیہ برسوں میں ڈیبورن مکتب فکر کی تصوریت پر سوویت فلسفی حلقوں کی طرف سے جو تنقید کی گئی ہے، اس نے ہمارے ہاں گہری دلچسپی پیدا کر دی ہے۔ ڈیبورن کی تصوریت نے چینی کمیونسٹ پارٹی پر بہت برا اثر ڈالا ہے اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری پارٹی میں جو عقیدہ پرستانہ فکر پائی جاتی ہے، اس کا اس مکتب فکر کے انداز فکر سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا ہمارے فلسفے کے موجودہ مطالعے کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیئے

کہ عقیدہ پرستانہ فکر کی بیخ کنی کی جائے۔

1- دو کائناتی تصورات

انسانی علم کی پوری تاریخ میں کائنات کی نشوونما کے قانون کے بارے میں دو تصورات رہے ہیں، مابعد الطبیعاتی تصور اور جدلیاتی تصور، جو دو متضاد کائناتی تصورات کی تشکیل کرتے ہیں۔ لینن نے کہا ہے:

نشوونما (ارتقا) کے بارے میں دو بنیادی (یا دو ممکنہ؟ یا تاریخی اعتبار سے دو قابل مشاہدہ؟) تصورات پائے جاتے ہیں: ایک تصور یہ ہے کہ نشوونما بطور کمی اور بیشی، بطور تکرار ہوتی ہے اور دوسرا تصور یہ ہے کہ نشوونما بطور وحدت اضداد ہوتی ہے (کسی وحدت کی باہمی نقیض اضداد میں تقسیم اور ان کا باہم دگر تعلق)۔ 3*

یہاں لینن کا اشارہ ان ہی دونوں مختلف کائناتی تصورات کی طرف تھا۔

چین میں مابعد الطبیعات کو ''شیوان شیوئے'' بھی کہتے ہیں۔ خواہ چین ہو یا یورپ، تاریخ میں ایک طویل تک یہ انداز فکر، جو تصوریت پسند کائناتی تصور کا جزو لاینفک ہے، انسانی فکر میں غالب حیثیت کا حامل رہا ہے۔ یورپ میں بورژوا طبقے کی مادیت بھی اپنے ابتدائی ایام میں مابعد الطبیعاتی ہی تھی۔ جب بہت سے یورپی ممالک کی سماجی معیشت انتہائی ترقی یافتہ سرمایہ داری کے مرحلے میں پہنچ گئی، جب پیداواری قوتوں، طبقاتی جدوجہد اور سائنسی علوم نے اس قدر ترقی کر لی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، اور جب صنعتی پرولتاریہ تاریخی ارتقا کی سب سے بڑی قوت محرکہ بن گیا، تو مارکسی مادی جدلیات کا کائناتی تصور معرض وجود میں آیا۔ چنانچہ اس کے بعد مادی جدلیات کی مخالفت کرنے کی غرض سے بورژوا طبقے میں کھلی اور عیاں رجعت پسندانہ تصوریت کے علاوہ عامیانہ ارتقائیت بھی رونما ہوئی۔

مابعد الطبیعات یا عامیانہ ارتقائیت کا کائناتی تصور اشیا کو الگ تھلگ، جامد اور یک طرفہ تصور کرتا ہے۔ یہ کائنات کی تمام اشیا، ان کی ہیئت اور ان کی انواع کو ازلی طور پر ایک دوسرے سے الگ تھلگ اور غیر تغیر پذیر سمجھتا ہے۔ اگر کوئی تبدیلی ہوتی بھی ہے تو وہ مقدار میں کمی یا بیشی یا مقام کی تبدیلی کے سوا اور کچھ نہیں۔ مزید برآں مقدار میں کمی یا بیشی یا مقام کی تبدیلی کا سبب اشیا کے اندر نہیں بلکہ ان کے باہر پایا

جاتا ہے، یعنی قوت محرکہ خارجی ہوتی ہے۔ مابعد الطبیعات کے علمبرداروں کا خیال ہے کہ کائنات کی تمام مختلف النوع اشیا اوران کی خصوصیات عالم وجود میں آنے کے وقت سے اب تک ویسی کی ویسی ہی ہیں۔ ان میں بعدازاں جو تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، وہ مقدار میں کمی یا بیشی سے زیادہ کچھ نہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ کوئی شے اپنے آپ کو صرف اپنی ہی قسم کی شے میں تو دوہرا سکتی ہے، لیکن کسی اور مختلف شے میں تبدیل نہیں ہوسکتی۔ ان کے خیال میں سرمایہ دارانہ استحصال، سرمایہ دارانہ مقابلہ بازی، سرمایہ دارانہ سماج کا انفرادیت پسند نظریہ اور اس قسم کی دوسری تمام باتیں، قدیم غلامانہ سماج بلکہ ابتدائی سماج میں بھی پائی جا سکتی ہیں، اور ہمیشہ بغیر کسی تبدیلی کے برقرار رہیں گی۔ وہ سماجی ارتقا کے اسباب کو سماج کے خارجی عناصر، مثلاً جغرافیائی حالات اور آب وہوا سے منسوب کرتے ہیں۔ وہ کسی شے کی نشوونما کے اسباب کی تلاش بڑے سیدھے سادے طریقے سے اس کے باہر کرتے ہیں اور مادی جدلیات کے اس نظریے سے انکار کرتے ہیں، جس کے مطابق کسی شے کی نشوونما اس کے اندرونی تضادات سے ہوتی ہے۔ نتیجتاً، وہ نہ تو اشیا کے کیفیتی تنوع کی وضاحت کر سکتے ہیں اور نہ ہی ایک کیفیت کی دوسری کیفیت میں تبدیلی کے مظہر کی توضیح کر سکتے ہیں۔ یورپ میں یہ انداز فکر سترھویں اور اٹھارہویں صدی میں میکانکی مادیت کی صورت میں اور انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں عامیانہ ارتقائیت کی صورت میں موجود تھا۔ چین میں بھی مابعد الطبیعاتی انداز فکر موجود تھا، جس کی مثال یہ کہاوت ہے: ''جس طرح آسمان نہیں بدلتا، اسی طرح تاؤ بھی نہیں بدلتا'' ☆4، اور اسے عرصہ دراز تک زوال پذیر جاگیردار حکمراں طبقے کی حمایت حاصل رہی تھی۔ میکانکی مادیت اور عامیانہ ارتقائیت کی حمایت بورژوا طبقہ کرتا ہے، جو گذشتہ سو سال کے دوران یورپ سے درآمد کی گئی ہیں۔

مابعد الطبیعاتی کائناتی تصور کے برعکس مادی جدلیات کے کائناتی تصور کی رو سے کسی شے کی نشوونما کو سمجھنے کے لئے ہمیں اس کا مطالعہ اندر سے اور دوسری اشیا کے ساتھ اس کے تعلقات سے کرنا چاہیئے۔ بالفاظ دیگر اشیا کی نشوونما کو ان کی داخلی اور ضروری حرکت ذات کے طور پر دیکھنا چاہیئے، جب کہ ہر شے اپنی حرکت میں اپنے گردوپیش کی اشیا سے باہمی طور پر وابستہ ہوتی ہے اور ان پر باہمی طور پر وابستہ ہوتی ہے اور ان پر باہمی طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ کسی شے کی نشوونما کا بنیادی سبب خارجی نہیں بلکہ داخلی ہوتا ہے، یہ سبب اس شے کے اندر کی تضادیت میں مضمر ہوتا ہے۔ ہر ایک شے میں اندرونی تضاد پایا جاتا ہے،

یہی اس کی حرکت اورنشوونما کا باعث ہوتا ہے۔ شے کے اندر کی تضادیت اس کی نشوونما کا بنیادی سبب ہوتی ہے، جب کہ دوسری اشیا کے ساتھ اس کے تعلقات اور باہمی اثر اندازی کی حیثیت ثانوی اسباب کی ہوتی ہے۔اس طرح مادی جدلیات خارجی علت یا خارجی قوت محرکہ کے اس نظریے کی موثر طور پر مخالفت کرتی ہے، جو مابعدالطبیعاتی میکانکی مادیت اور عامیانہ ارتقائیت پیش کرتی ہیں۔ظاہر ہے کہ خالص خارجی اسباب صرف میکانکی حرکت پیدا کر سکتے ہیں، یعنی صرف پیمائش یا مقدار میں تبدیلیاں پیدا کر سکتے ہیں، لیکن اس امر کی وضاحت نہیں کر سکتے کہ اشیا کیفیت کے اعتبار سے ہزاروں صورتوں میں مختلف کیوں ہوتی ہیں اور ایک شے دوسری شے میں کیوں بدل جاتی ہے۔امر واقعہ یہ ہے کہ خارجی قوت کی بنا پر پیدا شدہ میکانکی حرکت بھی اشیا کے اندر کی تضادیت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ پودوں اور حیوانوں کی نشوونمائے محض، ان کی مقداری نشوونما، بھی زیادہ تر ان کے داخلی تضادات کا نتیجہ ہوتی ہے۔اسی طرح سماجی ارتقا بھی زیادہ بھی زیادہ تر خارجی نہیں بلکہ داخلی اسباب کی پیداوار ہوتا ہے۔ایسے کئی ممالک ہیں جن کے جغرافیائی اور موسمی حالات تو کم وبیش ایک جیسے ہیں لیکن ان کی ترقی میں انتہائی عدم مشابہت اور ناہمواری پائی جاتی ہے۔ مزید برآں، کسی ملک میں بہت بڑی سماجی تبدیلیاں رونما ہوسکتی ہیں، اگرچہ اس کے جغرافیائی اور موسمی حالات میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔سامراجی روس سوشلسٹ سوویت یونین میں تبدیل ہوگیا اور جاگیردارانہ جاپان، جس نے اپنے دروازے دنیا پر بند کرر کھے تھے، سامراجی جاپان میں بدل گیا، حالانکہ ان دونوں میں سے کسی ایک ملک میں بھی کوئی جغرافیائی یا موسمی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔چین میں، جو عرصہ دراز سے جاگیردارانہ نظام کے زیرتسلط رہا ہے، گذشتہ سو سال کے اندر زبردست تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور اب یہ ایک نئے چین، ایک آزاد اور خود مختار چین میں تبدیل ہو رہا ہے، حالانکہ اس کے جغرافیائی اور موسمی حالات میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ بلاشبہ، بحیثیت کل اس کرۂ ارض پر اور اس کے ہر حصے کے جغرافیائی اور موسمی حالات میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں، لیکن یہ تبدیلیاں سماج کی تبدیلیوں کے مقابلے میں غیر اہم ہوتی ہیں۔ جغرافیائی اور موسمی تبدیلیاں کہیں ہزاروں، لاکھوں سال میں ظاہر ہوتی ہیں، جب کہ سماجی تبدیلیاں ہزاروں، سینکڑوں یا تیس چالیس سالوں حتیٰ کہ (انقلاب کے وقت) چند ہی سالوں یا مہینوں میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ مادی جدلیات کے مطابق فطرت میں تبدیلیاں زیادہ تر فطرت کے داخلی تضادات کی نشوونما کی بنا پر ہوتی ہیں۔سماج میں تبدیلیاں زیادہ تر سماج کے داخلی تضادات کی

نشو ونما کی وجہ سے ہوتی ہیں، یعنی پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تضاد، طبقات کے درمیان تضاد، اور قدیم اور جدید کے درمیان تضاد، یہ ان تضادات کی نشو ونما ہی ہے جو سماج کو آگے بڑھاتی ہے اور نئے سماج کے ہاتھوں پرانے سماج کے خاتمے کے لئے قوت مہیا کرتی ہیں۔ کیا مادی جدلیات خارجی اسباب کو نظر انداز کر دیتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کی رو سے خارجی اسباب تبدیلی کی شرط ہوتے ہیں اور داخلی اسباب تبدیلی کی بنیاد ہوتے ہیں، اور خارجی اسباب داخلی اسباب کے ذریعے زیر عمل آتے ہیں۔ مناسب درجہ حرارت پر انڈا چوزے میں تبدیل ہو جاتا ہے لیکن کوئی بھی درجہ حرارت پتھر کو چوزے میں تبدیل نہیں کر سکتا، کیونکہ دونوں کی بنیاد مختلف ہے۔ مختلف ممالک کے عوام مسلسل ایک دوسرے کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ سرمایہ داری کے عہد میں اور بالخصوص سامراجیت اور پرولتاری انقلاب کے عہد میں، مختلف ملکوں کے درمیان سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی میدانوں میں باہمی اثرات اور باہمی تعامل بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ سوشلسٹ انقلاب اکتوبر نے نہ صرف روس کی تاریخ میں، بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز کیا۔ اس انقلاب نے دنیا کے دوسرے ممالک کی داخلی تبدیلیوں پر اثر ڈالا اور اسی طرح اس نے چین کی داخلی تبدیلیوں پر بھی خصوصیت کے ساتھ گہرا اثر ڈالا۔ تاہم یہ تبدیلیاں ان ممالک میں، بشمول چین، نشو ونما کے داخلی قوانین کی بنا پر واقع ہوئی ہے، لڑائی میں ایک فوج کو فتح اور دوسری کو شکست ہوتی ہے، فتح اور شکست، ہر دو کا فیصلہ داخلی اسباب کرتے ہیں۔ ایک فوج اس لئے فتحمند ہوتی ہے کہ یا تو وہ طاقتور ہوتی ہے یا اس کی فوجی قیادت قابل و مستعد ہوتی ہے، دوسری فوج اس لئے شکست کھاتی ہے کہ وہ یا تو کمزور ہوتی ہے یا اس کی فوجی قیادت نااہل ہوتی ہے۔ یہ داخلی اسباب ہی ہوتے ہیں جن کے ذریعے خارجی اسباب زیر عمل آتے ہیں۔ 1927 میں، چین کے پرولتاریہ نے بڑے بورژوا طبقے کے ہاتھوں جو شکست کھائی تھی، اس کی وجہ وہ موقع پرستی تھی جو ان دنوں خود پرولتاریہ کے اندر (چینی کمیونسٹ پارٹی کے اندر) موجود تھی۔ جب ہم نے اس موقع پرستی کا قلع قمع کر دیا تو چینی انقلاب پھر سے ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ بعد میں دشمن کے ہاتھوں چینی انقلاب کو ایک بار پھر سخت ہزیمتیں اٹھانی پڑیں۔ کیونکہ پارٹی کے اندر خطر پسندی رونما ہو گئی تھی۔ جب ہم نے اس خطر پسندی کا بھی قلع قمع کر دیا تو ہمارا نصب العین ایک مرتبہ پھر ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ لہذا ثابت یہ ہوا کہ انقلاب کو فتح کی منزل تک پہنچانے کے لئے ایک سیاسی پارٹی کو خود اپنی سیاسی راہ عمل کی صحت اور اپنی تنظیم کی مضبوطی پر انحصار کرنا چاہیئے۔

جدلیاتی کائناتی تصور قدیم زمانے میں چین میں بھی ابھرا تھا اور یورپ میں بھی۔ لیکن قدیم جدلیات کسی حد تک خود رو اور سیدھی سادی نوعیت کی حامل تھی، اس لئے وہ اس زمانے کے سماجی اور تاریخی حالات میں ابھی کسی نظری نظام کی تشکیل کرنے کے قابل نہیں تھی، اور اس طرح وہ دنیا کی پوری طرح توضیح نہ کر سکی اور اس کی جگہ مابعد الطبیعات نے لے لی۔ مشہور جرمن فلسفی ہیگل نے، جو اٹھارہویں صدی کے اواخر سے لے کر انیسویں صدی کے اوائل تک زندہ رہا، جدلیات میں نہایت اہم اضافے کئے، لیکن اس کی جدلیات تصوریت پسندانہ تھی۔ انسانی علم کی تاریخ میں بے نظیر انقلاب اس وقت آیا جب پرولتاری تحریک کے عظیم علمبرداروں، مارکس اور اینگلس نے انسانی علم کی تاریخ کے مثبت کارناموں کا امتزاج کر کے اور خاص طور پر ہیگل کی جدلیات کے معقول عناصر کو تنقیدی طور پر جذب کر کے جدلیاتی مادیت اور تاریخی مادیت کا عظیم نظریہ تخلیق کیا۔ اس کے بعد لینن اور اسٹالن نے اس نظریے کو مزید ترقی دی۔ جیسے ہی یہ نظریہ چین پہنچا، اس نے چین کی دنیائے فکر میں زبردست تبدیلیاں پیدا کر دیں۔

جدلیاتی کائناتی تصور ہمیں بنیادی طور پر یہ سکھاتا ہے کہ مختلف اشیا میں اضداد کی حرکت کا مشاہدہ اور تجزیہ کس طرح کیا جائے اور اس تجزیے کی روشنی میں تضادات کو حل کرنے کے طریقوں کی نشاندہی کس طرح کی جائے۔ لہٰذا ہمارے لئے یہ نہایت اہم ہے کہ اشیا میں تضاد کے قانون کو ٹھوس طریقے سے سمجھا جائے۔

2- تضاد کی ہمہ گیریت

بیان کی سہولت کے پیش نظر میں پہلے تضاد کی ہمہ گیریت سے بحث کروں گا اور اس کے بعد تضاد کی تخصیص پر آؤں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تضاد کی ہمہ گیریت کو زیادہ اختصار کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے کیونکہ تضاد کی ہمہ گیریت اسی وقت سے عام طور پر تسلیم کر لی گئی ہے جب سے کہ مارکسزم کے عظیم خالق اور ترقی دھندگان، مارکس، اینگلس، لینن اور اسٹالن نے مادی جدلیاتی کائناتی تصور کی دریافت کی ہے اور تاریخ انسانی اور تاریخ فطرت کے بہت سے پہلوؤں کا تجزیہ کرنے اور سماج اور فطرت کے متعدد پہلوؤں کو تبدیل کرنے میں (مثلاً سوویت یونین میں) مادی جدلیات کا اطلاق نمایاں کامیابی کے ساتھ کیا ہے۔ البتہ تضاد کی تخصیص کو بہت سے کامریڈوں، بالخصوص عقیدہ پرستوں نے ابھی تک واضح طور پر نہیں

سمجھا۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ تضاد کی تخصیص ہی ہے جس میں تضاد کی ہمہ گیریت کا وجود ملتا ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ہمیں جن ٹھوس اشیا سے سابقہ پڑتا ہے، ان کے اندر کے تضاد کے تخصیص کا مطالعہ انقلابی عمل کی رہنمائی کے لئے کس قدر اہم ہے۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ تضاد کی تخصیص کے مطالعے پر زور دیا جائے اور کافی تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کی جائے۔ اسی بنا پر اشیا میں تضاد کے قانون کا تجزیہ کرنے کے دوران ہم پہلے تضاد کی ہمہ گیریت کا تجزیہ کریں گے، پھر تضاد کی تخصیص کے تجزیے پر خصوصی توجہ دیں گے اور آخر میں دوبارہ تضاد کی ہمہ گیریت کی طرف آ جائیں گے۔

تضاد کی ہمہ گیریت یا مطلقیت دوہرا مفہوم رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ تضاد تمام اشیا کے نشوونما کے دوران موجود رہتا ہے اور دوسرا یہ کہ ہر شے کی نشوونما کے دوران اضداد کی حرکت شروع سے آخر تک موجود رہتی ہے۔

اینگلس نے کہا ہے: ''حرکت بذات خود ایک تضاد ہے۔'' ☆5 لینن نے وحدت اضداد کے قانون کی تعریف یوں کی ہے کہ یہ ''فطرت (جس میں ذہن اور سماج بھی شامل ہیں) کے تمام مظاہر اور اعمال میں متضاد، باہمی نقیض، مخالف رجحانات کی پہچان (دریافت)'' ہے ☆6- کیا یہ خیالات درست ہیں؟ ہاں، درست ہیں۔ تمام اشیا میں موجود متضاد پہلوؤں کا ایک دوسرے پر انحصار اور ان پہلوؤں کے درمیان کشمکش ہی تمام اشیا کی زندگی کا تعین کرتی ہے اور ان کی نشوونما کو آگے بڑھاتی ہے۔ کوئی شے ایسی نہیں جس میں تضاد موجود نہ ہو۔ تضاد کے بغیر کوئی شے موجود نہیں رہے گی۔

تضاد حرکت کی سادہ شکلوں (مثلاً میکانکی حرکت) کی بنیاد ہے اور حرکت کی پیچیدہ شکلیں تو کہیں زیادہ اس کی مرہون منت ہیں۔

اینگلس نے تضاد کی ہمہ گیریت کی تشریح یوں کی ہے:

اگر سادہ میکانکی مکانی تبدیلی تضاد کی حامل ہوتی ہے تو یہ بات مادے کی حرکت کی اعلیٰ تر شکلوں، بالخصوص نامیاتی زندگی اور اس کی نشوونما کے سلسلے میں اور بھی زیادہ صحیح ہے۔...... زندگی بنیادی طور پر عین اس بات پر مشتمل ہے کہ ہر جاندار ہر لمحے خود آپ اپنی ذات بھی ہے اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ لہذا زندگی بھی ایک ایسا تضاد ہے جو خود اشیا اور اعمال کے اندر موجود ہوتا ہے، اور جو مسلسل اپنے آپ کو پیدا اور تحلیل کرتا رہتا ہے۔ جیسے ہی یہ تضاد ختم ہوتا ہے، زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے اور موت آ جاتی ہے۔ اسی طرح

ہم دیکھ چکے ہیں کہ فکر کے میدان میں بھی ہم تضادات سے بچ نہیں سکتے، اور یہ کہ مثال کے طور پر حصول علم کے سلسلے میں انسان کہ لامحدود فطری استعداد اور اس استعداد کی صرف ایسے انسان میں، جو خارجی حدود میں قید ہوتے ہیں اور محدود وقوف رکھتے ہیں، فی الواقع موجودگی کے درمیان جو تضاد پایا جاتا ہے وہ نسلوں کے لامتناہی۔ ہمارے لئے کم از کم عملی طور پر لامتناہی۔ تسلسل اور بے پایاں ترقی کی صورت میں حل ہوتا ہے۔

.....اعلیٰ درجے کی ریاضی کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول تضاد ہے.....

لیکن کم درجے کی ریاضی بھی تضادات سے بھری پڑی ہے۔☆7 لینن نے تضاد کی ہمہ گیریت کی وضاحت اس طرح کی ہے:

ریاضی میں: + اور -۔ تفریقی اور سالم۔

میکانیات میں: عمل اور ردعمل۔

طبیعات میں: مثبت اور منفی برق۔

کیمیا میں: ایٹموں کا امتزاج اور انتشار۔

معاشرتی علوم میں: طبقاتی جدوجہد۔☆8

جنگ میں حملہ اور دفاع، پیش قدمی اور پسپائی، فتح اور شکست، سب باہم متضاد مظاہر ہیں۔ ان میں سے ایک کا وجود دوسرے کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ دونوں پہلو بیک وقت متصادم بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر انحصار بھی کرتے ہیں، اور یہی بات جنگ کی کلیت کی تشکیل کرتی ہے، اس کی نشوونما کو آگے بڑھاتی ہے اور اس کے مسائل کو حل کرتی ہے۔

انسانوں کے تصورات میں ہر اختلاف کو معروضی تضاد کا عکس سمجھنا چاہیئے۔ معروضی تضادات موضوعی فکر میں منعکس ہوتے ہیں، اور یہ عمل تصورات کی متضاد حرکت کی تشکیل کرتا ہے، اور یہ متضاد حرکت فکر کی نشوونما کو آگے بڑھاتی ہے اور انسانی فکر کے مسائل کو مسلسل حل کرتی رہتی ہے۔

پارٹی کے اندر مختلف قسم کے خیالات کے درمیان مخالفت اور کشمکش مسلسل پیدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ بات پارٹی کے اندر ان تضادات کا عکس ہوتی ہے جو سماج کے طبقوں کے درمیان اور جدید اور قدیم کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ اگر پارٹی کے اندر تضادات نہ ہوں اور ان تضادات کو حل کرنے کے لئے کوئی

نظریاتی جدوجہد نہ ہو تو پارٹی کی زندگی ہی ختم ہو جائے گی۔

لہذا اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ تضاد ہمہ گیر طور پر اور تمام اعمال میں موجود ہوتا ہے، خواہ وہ حرکت کی سادہ شکلوں میں ہو یا پیچیدہ شکلوں میں، معروضی مظاہر میں ہو یا نظریاتی مظاہر میں۔ لیکن کیا تضاد ہر عمل کے ابتدائی مرحلے پر بھی موجود ہوتا ہے؟ کیا ہر ایک شے کی نشوونما کے عمل کے دوران شروع سے آخر تک اضداد کی حرکت موجود ہوتی ہے؟

سوویت فلسفیوں نے ڈیبورن مکتب فکر کے خلاف جو تنقیدی مضامین لکھے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ڈیبورن مکتب فکر کا موقف یہ ہے کہ تضاد کسی عمل کی ابتدا میں رونما نہیں ہوتا، بلکہ صرف اس وقت رونما ہوتا ہے جب کہ یہ عمل نشوونما پر کر ایک خاص مرحلے میں پہنچ جاتا ہے۔ اگر ایسی صورت ہو تو اس مرحلے سے قبل عمل کی نشوونما کا سبب خارجی ہوگا، نہ کہ داخلی۔ چنانچہ ڈیبورن خارجی علت اور میکانیات کے مابعد الطبیعاتی نظریات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ ڈیبورن مکتب فکر جب ٹھوس مسائل کے تجزیے کے دوران اس نقطۂ نظر کا اطلاق کرتا ہے تو اسے سوویت یونین کے موجودہ حالات میں کلکوں اور عام کسانوں کے درمیان صرف اختلافات نظر آتے ہیں، اسے ان کے درمیان تضادات دکھائی نہیں دیتے اور اس طرح یہ مکتب فکر بخارن سے قطعی طور پر اتفاق کرتا ہے۔ اسی طرح جب یہ مکتب فکر انقلاب فرانس کا تجزیہ کرتا ہے تو یہ رائے قائم کرتا ہے کہ انقلاب سے قبل تھرڈ اسٹیٹ کے اندر، جو مزدوروں، کسانون اور بورژوا طبقے پر مشتمل تھی، صرف اختلافات موجود تھے، کوئی تضادات نہیں تھے۔ ڈیبورن مکتب فکر کے یہ خیالات مارکسزم کے منافی ہیں۔ یہ مکتب فکر یہ نہیں سمجھتا کہ ہر ایک اختلاف تضاد کا حامل ہوتا ہے اور یہ کہ اختلاف بذات خود تضاد ہوتا ہے۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں کے درمیان اسی وقت سے تضاد موجود ہے، جب سے کہ یہ دونوں طبقے وجود میں آئے ہیں، البتہ شروع میں یہ تضاد شدید نہیں تھا۔ سوویت یونین کے موجودہ سماجی حالات میں بھی مزدوروں اور کسانوں کے مابین اختلاف موجود ہے اور یہی اختلاف ایک تضاد ہے، اگر چہ یہ تضاد مزدوروں اور سرمایہ داروں کے درمیان تضاد سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ یہ شدید اختیار کر کے مخاصمت میں تبدیل نہیں ہوگا اور طبقاتی جدوجہد کی صورت اختیار نہیں کرے گا۔ سوشلسٹ تعمیر کے دوران مزدوروں اور کسانوں نے ایک مستحکم اتحاد قائم کر لیا ہے اور وہ سوشلزم سے کمیونزم کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے اس تضاد کو بتدریج حل کر رہے ہیں۔ سوال تضاد کی مختلف اقسام کا ہے، نہ کہ تضاد کی

موجودگی یا عدم موجودگی کا۔ تضاد ہمہ گیر اور مطلق ہوتا ہے، یہ اشیا کی نشوونما کے ہر عمل میں موجود ہوتا ہے اور ہر عمل میں شروع سے آخر تک جاری وساری رہتا ہے۔

کسی نئے عمل کے ظہور سے مراد کیا ہے؟ پرانی وحدت اور اس کے ترکیبی اضداد نئی وحدت اور اس کے ترکیبی اضداد کے لئے جگہ خالی کر دیتے ہیں اور اس طرح پرانے عمل کی جگہ لینے کے لئے ایک نیا عمل ظہور میں آتا ہے۔ پرانا عمل ختم ہو جاتا ہے اور نیا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ نیا عمل نئے تضادات کا حامل ہوتا ہے اور وہ تضادات کی نشوونما کی خود اپنی تاریخ کا آغاز کرتا ہے۔

جیسا کہ لینن نے بتایا ہے، مارکس نے اپنی تصنیف <<سرمایہ>> میں اضداد کی اس حرکت کا ایک مثالی تجزیہ پیش کیا ہے، جو اشیا کی نشوونما کے عمل میں شروع سے آخر تک جاری رہتی ہے۔ یہی وہ طریقہ ہے جو تمام اشیا کی نشوونما کے مطالعے کے لئے اختیار کیا جانا چاہیئے۔ لینن نے بھی صحیح طور پر یہ طریقہ اختیار کیا اور وہ اپنی تمام تحریروں میں اس پر کاربند رہے۔

اپنی تصنیف <<سرمایہ>> میں مارکس سب سے پہلے بورژوا (اشیائی) سماج کے سادہ ترین، انتہائی معمولی اور بنیادی، بالکل عام اور روزمرہ کے رشتے کا تجزیہ کرتے ہیں، ایک ایسے رشتے کا جس سے اربوں مرتبہ سابقہ پڑتا ہے، تبادلہ اشیا۔ اسی انتہائی سادہ مظہر میں (بورژوا سماج کے اس ''خلیے'' میں) یہ تجزیہ جدید سماج کے تمام تضادات (یا تمام تضادات کے جراثیم) کا انکشاف کرتا ہے۔ بعد کی تشریح سے ہمیں ان تضادات اور اس سماج کے شروع سے آخر تک کے ارتقا (افزائش اور حرکت دونوں) کا پتہ چلتا ہے جو اس کے منفرد اجزا کے E [مجموعہ] میں ہوا ہے۔

لینن نے مزید کہا ہے: ''عام طور پر جدلیات کی تشریح (یا مطالعہ) کا یہی طریقہ ہونا چاہیئے۔'' ☆9

چینی کمیونسٹوں کو لازمی طور پر یہ طریقہ سیکھنا چاہیئے۔ صرف اسی طرح سے وہ چینی انقلاب کی تاریخ اور اس کی موجودہ صورت حال کا صحیح تجزیہ کرنے اور اس کے مستقبل کا اندازہ کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔

3- تضاد کی تخصیص

تضاد تمام اشیا کی نشو ونما کے عمل میں موجود ہوتا ہے اور ہر شے کی نشو ونما کے عمل میں شروع سے آخر تک جاری وساری رہتا ہے۔ یہ تضاد کی ہمہ گیریت اور مطلقیت ہے جس پر ہم اوپر بحث کر چکے ہیں۔ آیئے، اب ہم تضاد کی تخصیص اور اضافیت پر بحث کریں۔

اس مسئلے کا مطالعہ کئی سطحوں پر ہونا چاہیئے۔

اول، مادے کی حرکت کی ہر شکل میں موجود تضاد اپنی تخصیص رکھتا ہے۔ مادے کے بارے میں انسانی علم مادے کی حرکت کی شکلوں کا علم ہوتا ہے، اس لئے کہ اس دنیا میں متحرک مادے کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور مادے کی حرکت لازماً کوئی نہ کوئی شکل اختیار کرتی ہے مادے کی حرکت کی ہر شکل پر غور کرتے ہوئے ہمیں ان چیزوں کا مشاہدہ کرنا چاہیئے، جو اس میں اور حرکت کی دوسری شکلوں میں مشترک ہیں۔ لیکن جو بات خاص طور پر اہم اور ضروری ہے، اور جو کسی شے سے متعلق ہمارے علم کی بنیاد بنتی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ مشاہدہ کیا جائے کہ مادے کی حرکت کی اس شکل میں کیا خصوصیت ہے، یعنی یہ مشاہدہ کیا جائے کہ کیفیت کے اعتبار سے حرکت کی اس شکل اور دوسری شکلوں میں کیا فرق ہے۔ اس بات کا مشاہدہ کر لینے کے بعد ہی ہم اشیا کے درمیان امتیاز کر سکتے ہیں۔ حرکت کی ہر شکل اپنے اندر خود اپنا مخصوص تضاد رکھتی ہے۔ یہ مخصوص تضاد ایسی مخصوص ماہیت کی تشکیل کرتا ہے جو ایک شے کو دوسری شے سے ممیّز کرتی ہے۔ یہ دنیا میں اشیا کے بے پناہ تنوع کا داخلی سبب ہے، یا اسے اس تنوع کی بنیاد بھی کہا جا سکتا ہے۔ فطرت میں حرکت کی بہت سی شکلیں ہیں، مثلاً میکانکی حرکت، آواز، روشنی، حرارت، بجلی، انتشار، امتزاج وغیرہ۔ یہ تمام شکلیں ایک دوسرے پر انحصار کرتی ہیں لیکن ماہیت کے اعتبار سے ہر شکل دوسری شکلوں سے مختلف ہوتی ہے۔ مادے کی حرکت کی ہر شکل کی مخصوص ماہیت کے تعین اس کے اپنے مخصوص تضاد سے ہوتا ہے۔ یہ بات نہ صرف فطرت کے لئے درست ہے بلکہ سماجی اور نظریاتی مظاہر کے لئے بھی درست ہے۔ سماج کی ہر شکل اور نظریے کی ہر شکل اپنے مخصوص تضاد اور اپنی مخصوص ماہیت کی حامل ہوتی ہے۔

سائنسی علوم کے درمیان ان مخصوص تضادات کی بنیاد پر ہی امتیاز کیا جاتا ہے جو ان کے اپنے اپنے موضوعات مطالعہ میں موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح مظاہر کے کسی خاص میدان سے مخصوص تضاد سائنس کی کسی مخصوص شاخ کے مطالعے کا موضوع بنتا ہے۔ مثال کے طور پر ریاضی میں مثبت اور منفی اعداد، میکانیات میں عمل اور ردعمل، طبعیات میں مثبت اور منفی برق، کیمیا میں انتشار اور امتزاج، معاشرتی علوم

میں پیداواری قوتیں اور پیداواری رشتے، طبقے اور طبقے کے درمیان کشمکش، ملٹری سائنس میں حملہ اور دفاع، فلسفے میں تصوریت اور مادیت، مابعدالطبیعاتی نظریہ اور جدلیاتی نظریہ، وغیرہ۔ یہ سب محض اس وجہ سے سائنس کی مختلف شاخوں کے موضوعات مطالعہ ہیں کہ ہر شاخ اپنا مخصوص تضاد اور اپنی مخصوص ماہیت رکھتی ہے۔ بلاشبہ، اگر ہم تضاد کی ہمہ گیریت کو نہیں سمجھتے تو ہمارے پاس اشیا کی حرکت، نشوونما کا ہمہ گیر سبب یا ہمہ گیر بنیاد دریافت کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ہم تضاد کی تخصیص کا مطالعہ نہیں کرتے تو ہمارے پاس کسی شے کی اس مخصوص ماہیت کا جو اس شے کو دوسری اشیا سے ممیّز کرتی ہے، تعین کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہوگا، کسی شے کی حرکت، نشوونما کا مخصوص سبب یا مخصوص بنیاد دریافت کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہوگا اور ایک شے دوسری شے کے درمیان امتیاز کرنے یا سائنس کے میدانوں کی حد بندی کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہوگا۔

جہاں تک انسان کے علم کی حرکت میں تسلسل کا تعلق ہے، یہ اس طرح ہوتا ہے کہ ہمیشہ منفرد اور مخصوص اشیا کے علم سے عمومی اشیا کے علم کی طرف بتدریج ترقی ہوتی ہے۔ جب انسان بہت سی مختلف اشیا کی مخصوص ماہیت معلوم کر لیتا ہے، تب کہیں جا کر وہ عام کلیہ کی جانب بڑھ سکتا ہے اور اشیا کی مشترک ماہیت معلوم کر سکتا ہے۔ جب انسان اس مشترک ماہیت کا علم حاصل کر لیتا ہے تو وہ اسے رہنما کے طور پر استعمال کرتا ہے اور ایسی مختلف ٹھوس اشیا کے مطالعے کی طرف بڑھتا ہے، جن کا ہنوز مطالعہ نہیں کیا گیا ہوتا یا جن کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ نہیں کیا گیا ہوتا، اور ان اشیا میں سے ہر ایک کی مخصوص ماہیت دریافت کرتا ہے۔ صرف اسی طرح وہ اشیا کی مشترک ماہیت کے متعلق اپنے علم میں اضافہ کرنے، اسے مالا مال کرنے اور اسے ترقی دینے کے قابل ہوتا ہے اور ایسے علم کو زائل اور جامد ہونے سے روکنے کے قابل ہوتا ہے۔ وقوف کے یہی دو عمل ہیں: ایک، مخصوص سے عمومی کی طرف اور دوسرا، عمومی سے مخصوص کی طرف۔ لہذا وقوف ہمیشہ چکر کی صورت میں حرکت کرتا ہے اور (جب تک کہ سائنسی طریقے کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے) ہر چکر انسانی علم کو ایک درجہ اوپر لے جاتا ہے اور اس میں زیادہ سے زیادہ تبحر پیدا کرتا ہے۔ ہمارے عقیدہ پرست اس معاملے میں جو غلطی کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ یہ نہیں سمجھتے کہ تضاد کی ہمہ گیریت اور مختلف اشیا کی مشترک ماہیت کو پورے طور پر جاننے سے قبل ہمارے لئے تضاد کی تخصیص کا مطالعہ کرنا اور منفرد اشیا کی مخصوص ماہیت کا جاننا ضروری ہے، اور دوسری طرف وہ یہ نہیں سمجھتے

کہ اشیا کی مشترکہ ماہیت کا علم حاصل کرنے کے بعد ہمیں آگے بڑھ کر ان ٹھوس اشیا کا مطالعہ کرنا چاہیئے، جن کا ہنوز گہرائی کے ساتھ مطالعہ نہیں کیا گیا یا جو ابھی رونما ہوئی ہیں۔ ہمارے عقیدہ پرست کاہل الوجود ہیں۔ وہ ٹھوس اشیا کا محنت سے مطالعہ کرنے سے جی چراتے ہیں۔ ان کے خیال میں عمومی صداقتیں خلا میں سے پیدا ہوتی ہیں، وہ انہیں خالص مجرد اور ناقابل فہم فارمولوں میں تبدیل کر دیتے ہیں اور اس طرح اس عام تسلسل کی، جس سے انسان صداقت کا پتہ چلاتا ہے، یکسر نفی کرتے ہیں اور اسے الٹ دیتے ہیں۔ وہ وقوف کے دو اعمال، یعنی مخصوص سے عمومی کی طرف اور عمومی سے مخصوص کی طرف، کے باہمی تعلق کو بھی نہیں سمجھتے۔ وہ مارکسی نظریہ علم کو سرے سے سمجھتے ہی نہیں۔

نہ صرف مادے کی حرکت کی شکلوں کے ہر بڑے نظام کے مخصوص تضاد اور اس سے متعین شدہ ماہیت کا مطالعہ کرنا ضروری ہے، بلکہ مادے کی حرکت کی ہر شکل کی نشو و نما کے طویل راستے میں ہر عمل کے مخصوص تضاد اور اس کی ماہیت کا مطالعہ کرنا بھی ضروری ہے۔ حرکت کی ہر شکل میں، نشو و نما کا ہر وہ عمل جو حقیقی ہے (خیالی نہیں)، کیفیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ ہمیں اپنے مطالعے میں اسی نکتے پر زور دینا چاہیئے۔ اور اسی سے آغاز کرنا چاہیئے۔

کیفیت کے اعتبار سے مختلف تضادات صرف کیفیت کے اعتبار سے مختلف طریقوں سے حل کئے جا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر، پرولتاریہ اور بورژوا طبقے کے درمیان تضاد سوشلسٹ انقلاب کے طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ عوام الناس اور جاگیردارانہ نظام کے درمیان تضاد جمہوری انقلاب کے طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ نوآبادیات اور سامراج کے درمیان تضاد قومی انقلابی جنگ کے طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ سوشلسٹ سماج میں مزدور طبقے اور کسان طبقے کے درمیان تضاد زراعت کو اجتماعی اور مشینی بنانے کے طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی کے اندر تضاد تنقید اور خود تنقیدی کے طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ سماج اور فطرت کے درمیان تضاد پیداواری قوتوں کو ترقی دینے کے طریقے سے حل کیا جاتا ہے۔ عمل بدلتے رہتے ہیں، پرانے عمل اور پرانے تضادات ناپید ہو جاتے ہیں، نئے عمل اور نئے تضادات پیدا ہو جاتے ہیں اور اسی مناسبت سے تضادات کو حل کرنے کے طریقوں بھی فرق آ جاتا ہے۔ روس میں انقلاب فروری کے ذریعے حل کردہ تضاد اور انقلاب اکتوبر کے ذریعے حل کردہ تضاد کے درمیان بنیادی فرق تھا، اور اسی طرح ان تضادات کو حل کرنے کے طریقوں میں بھی بنیادی فرق تھا۔ مختلف تضادات کو مختلف

طریقوں سے حل کرنے کا اصول ایسا اصول ہے جس کی مارکسیوں۔لیننیوں کو سختی کے ساتھ پابندی کرنی چاہیئے۔عقیدہ پرست اس اصول کی پابندی نہیں کرتے۔ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مختلف قسم کے انقلابات کے حالات مختلف ہوتے ہیں، لہذا ان کی سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آتی کہ مختلف تضادات کو حل کرنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔اس کے برعکس وہ ہمیشہ ایک ایسا فارمولا اختیار کرتے ہیں جسے وہ نا قابل ترمیم تصور کرتے ہیں اور من مانے طور پر ہر جگہ اس کا اطلاق کرتے ہیں، جس سے انقلاب کو نقصان ہی پہنچتا ہے یا جو کام پہلے اچھی طرح کیا جا سکتا تھا وہ چوپٹ ہو جاتا ہے۔

کسی شے کی نشو ونما کے کسی عمل میں تضادات کی، ان کی کلیت یا ان کے باہمی تعلقات کے اعتبار سے، تخصیص ظاہر کرنے کے لئے، یعنی اس عمل کی ماہیت ظاہر کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس عمل میں تضادات کے تمام پہلوؤں کی تخصیص کو ظاہر کیا جائے۔بصورت دیگر اس عمل کی ماہیت دریافت کرنا ممکن نہیں ہوگا۔یہ نکتہ بھی ہمارے مطالعے کے دوران گہری توجہ کا مستحق ہے۔

ہر بڑی شے کی نشو ونما کے عمل میں بہت سے تضادات ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر، چین میں بورژوا۔جمہوری انقلاب کے دوران جس میں حالات نہایت پیچیدہ ہیں، چینی سماج کے تمام مظلوم طبقات اور سامراج کے درمیان، عوام الناس اور جاگیردارانہ نظام کے درمیان، پرولتاریہ اور بورژوا طبقے کے درمیان، ایک طرف کسان اور ادنیٰ شہری بورژوا طبقے اور دوسری طرف بورژوا طبقے کے درمیان، مختلف رجعت پسند کے حکمراں گروہوں کے درمیان تضاد موجود ہے، وغیرہ وغیرہ۔ان تضادات کے بارے میں ایک ہی طرح کا رویہ اختیار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ہر ایک تضاد میں اس کی اپنی تخصیص موجود ہے۔مزید برآں ہر تضاد کے دونوں پہلوؤں کے بارے میں بھی ایک ہی طرح کا رویہ اختیار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ ہر پہلو میں اس کی اپنی خصوصیات موجود ہیں۔ہم لوگوں کو، جو چینی انقلاب کے لئے سرگرم عمل ہیں، نہ صرف ان تضادات کی، ان کی کلیت یعنی ان کے باہمی تعلقات کے اعتبار سے، تخصیص کو سمجھنا چاہیئے، بلکہ ان تضادات کے تمام پہلوؤں کا مطالعہ کرنا چاہیئے، جو کہ ان کی کلیت کو سمجھنے کا واحد طریقہ ہے۔جب ہم تضاد کے ہر پہلو کو سمجھنے کی بات کرتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ سمجھنا ہوتا ہے۔کہ ہر پہلو کو کیا خاص مقام حاصل ہے، وہ اپنی ضد کے ساتھ باہمی انحصار اور اس کے ساتھ تضاد کے سلسلے میں کیا کیا ٹھوس صورتیں اختیار کرتا ہے، اور اپنی ضد کے ساتھ جدوجہد کرنے میں کون سے ٹھوس طریقے استعمال کرتا ہے، جب کہ

دونوں ایک دوسرے پر انحصار بھی کرتے ہیں اوران میں تضاد بھی ہے، اور جب کہ ان کا باہمی انحصار ختم ہو چکا ہے۔ان مسائل کا مطالعہ زبردست اہمیت کا حامل ہے۔لینن کا بعینہ یہی مفہوم تھا، جب انہوں نے یہ کہا تھا کہ مارکسزم کی نہایت ضروری چیز، مارکسزم کی روح یہ ہے کہ ٹھوس حالات کا ٹھوس تجزیہ کیا جائے ☆10۔ہمارے عقیدہ پرستوں نے لینن کی تعلیمات کی خلاف ورزی کی ہے۔وہ کسی شے کا ٹھوس تجزیہ کرنے کے لئے کبھی اپنا دماغ استعمال نہیں کرتے اور وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں ہمیشہ کھوکھلا غیر متبدل انداز استعمال کرتے ہیں، اور اس طرح وہ ہماری پارٹی میں نہایت برا اسلوب کار پیدا کرتے ہیں۔

کسی مسئلے کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں موضوعیت، یک طرفہ پن اور سطحیت سے گریز کرنا چاہیئے۔ موضوعیت کا مطلب یہ ہے کہ مسائل کا معروضی طور پر جائزہ نہیں لیا جاتا، یعنی مسائل کا جائزہ لینے کے لئے مادی نقطۂ نظر سے کام نہیں لیا جاتا۔میں اپنے مقالے ''عمل کے بارے میں'' میں اس مسئلے پر بحث کر چکا ہوں۔یک طرفہ پن کا مطلب یہ ہے کہ مسائل کا تمام پہلوؤں سے جائزہ نہیں لیا جاتا۔مثال کے طور پر صرف چین کو سمجھنا اور جاپان کو نہ سمجھنا، صرف کمیونسٹ پارٹی کو سمجھنا اور کومنتانگ کو نہ سمجھنا، صرف پرولتاریہ کو سمجھنا اور بورژوا طبقے کو نہ سمجھنا، صرف کسانوں کو سمجھنا اور زمینداروں کو نہ سمجھنا، صرف سازگار حالات کو سمجھنا اور مشکل حالات کو نہ سمجھنا، صرف ماضی کو سمجھنا اور مستقبل کو نہ سمجھنا، صرف منفرد اجزا کو سمجھنا اور کل کو نہ سمجھنا، صرف خامیوں کو سمجھنا اور کامیابیوں کو نہ سمجھنا، صرف مدعی کے معاملے کو سمجھنا اور مدعا علیہ کے معاملے کو نہ سمجھنا، صرف خفیہ انقلابی کام کو سمجھنا اور کھلے انقلابی کام کو نہ سمجھنا، وغیرہ وغیرہ۔مختصراً، اس کا مطلب کسی تضاد کے دونوں پہلوؤں کی خصوصیات کو نہ سمجھنا ہے۔اسے کہتے ہیں کسی مسئلے کا یک طرفہ طور پر جائزہ لینا۔ اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ صرف جزو کو دیکھنا اور کل کو نہ دیکھنا، صرف درختوں کو دیکھنا اور جنگل کو نہ دیکھنا۔اس طرح کسی تضاد کو حل کرنے کے طریقے کا پتہ چلانا ناممکن ہے، انقلاب کے فرائض کی تکمیل کرنا، تفویض شدہ فرائض سے خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہونا یا پارٹی کے اندر نظریاتی جدوجہد کو صحیح طور پر فروغ دینا ناممکن ہے۔ملٹری سائنس پر بحث کرتے ہوئے جب سون ووزی نے یہ کہا تھا: ''دشمن کو جان لو اور اپنے آپ کو جان لو تو تم شکست کے خطرے سے بے نیاز ہو کر سینکڑوں لڑائیاں لڑ سکتے ہو'' ☆11، تو وہ لڑائی لڑنے والے دونوں فریقین سے مخاطب تھا۔تانگ خاندان کا وی چنگ بھی یک طرفہ پن کی غلطی کو سمجھتا تھا، جب اس نے کہا تھا: ''دونوں طرف کی سنو گے تو تمہیں روشنی ملے گی، صرف

ایک طرف کی سنو گے تو تاریکی میں رہو گے۔'' ☆12 لیکن ہمارے کامریڈ اکثر مسائل کا یک طرفہ طور پر جائزہ لیتے ہیں اور اسی لئے وہ اکثر مشکلات میں پھنس جاتے ہیں۔ <<دلدلوں کے ہیرو>> نامی ناول میں، سنگ چیانگ نے موضع چو پر تین مرتبہ حملہ کیا ☆13۔ دو مرتبہ اسے شکست ہوئی، کیونکہ وہ وہاں کے حالات سے ناواقف تھا اور اس نے غلط طریقہ اختیار کیا تھا۔ بعد میں اس نے اپنا طریقہ بدل دیا۔ اس نے پہلے صورت حال کی تحقیقات کی اور راستوں کی بھول بھلیوں سے مانوس ہو گیا اور پھر اس نے موضع جات لی، ہو اور چو کے اتحاد کو توڑا اور اپنے آدمیوں کو دوسرے بھیس میں دشمن کے کیمپ میں بھیجا تا کہ وہ خاموشی کے ساتھ موقع کا انتظار کریں، اور اس طرح اس نے اسی قسم کی چال چلی جیسی کہ ایک غیر ملکی کہانی میں ''ٹروجن ہارس'' کی صورت میں چلی گئی تھی۔ چنانچہ تیسری مرتبہ اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ <<دلدلوں کے ہیرو>> میں مادی جدلیات کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، جن میں موضع چو پر تین حملوں کی مثال سب سے نمایاں مثال ہے۔ لینن نے کہا ہے:

....کسی شے کو حقیقی طور پر جاننے کے لئے ہمیں اس کے تمام پہلوؤں، تمام رابطوں اور ''واسطوں'' کا احاطہ اور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ ہم مکمل طور پر ایسا کبھی نہیں کر سکیں گے، لیکن ہمہ جہتی کا تقاضا، ہمیں غلطیوں اور کٹر پن سے محفوظ رکھتا ہے۔ ☆14

ہمیں لینن کے یہ الفاظ ذہن نشین کر لینے چاہئیں۔ سطحیت کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو کسی تضاد کی اس کی کلیت کے اعتبار سے خصوصیات پر غور کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے ہر پہلو کی خصوصیات پر غور کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب کسی شے کی گہرائی کے ساتھ تحقیق کرنے اور اس کے تضاد کی خصوصیات کا غائر مطالعہ کرنے کی ضرورت سے انکار کرنا، بلکہ محض دور سے ہی دیکھنا اور سرسری خاکے کی جھلک پا کر فوراً ہی تضاد کو حل کرنے کی کوشش کرنا (کسی سوال کا جواب دینا، قضیے کو طے کرنا، کام کو نبھانا یا فوجی کارروائی کی رہنمائی کرنا) ہے۔ کام کرنے کا یہ طریقہ لازمی طور پر مشکلات پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ چین میں عقیدہ پرست اور تجربیت پسند کامریڈوں نے جو غلطیاں کی ہیں، اس کا سبب بالکل یہی ہے کہ وہ اشیا پر موضوعی، یک طرفہ اور سطحی نظر ڈالتے ہیں۔ یک طرفہ اور سطحی ہونا بیک وقت موضوعیت پسند ہونا بھی ہے۔ اس لئے کہ تمام معروضی اشیا درحقیقت ایک دوسرے سے وابستہ اور اندرونی قوانین کے تابع ہوتی ہیں، لیکن بعض لوگ اشیا کو اسی حالت میں، جیسی کہ وہ اصلاً ہیں، سمجھنے کی کوشش کرنے کی بجائے ان پر صرف یک طرفہ یا سطحی نظر ڈالتے

ہیں۔انہیں نہ تو ان کے باہمی تعلقات کا علم ہوتا ہے اور نہ ہی وہ ان کے اندرونی قوانین کو جانتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کا طریقہ موضوعیت پسندانہ ہوتا ہے۔

کسی شے کی نشوونما میں نہ صرف اضداد کی حرکت کا پورا عمل، ان کے باہمی تعلقات اور ہر ایک پہلو کے لحاظ سے خاص خصوصیات کا حامل ہوتا ہے جن پر ہمیں توجہ دینی چاہیئے۔ بلکہ اس عمل میں ہر مرحلہ اپنی خاص خصوصیات رکھتا ہے اور ان پر بھی توجہ دینا ضروری ہے۔

کسی شے کی نشوونما کے عمل میں بنیادی تضاد اور اس بنیادی تضاد سے متعین ہونے والے عمل کی ماہیت اس وقت تک غائب نہیں ہوگی جب تک کہ وہ عمل مکمل نہیں ہو جاتا، لیکن طویل عمل کے دوران ہر مرحلے پر حالات عام طور پر مختلف ہو جاتے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر چند کہ کسی شے کی نشوونما کے عمل میں بنیادی تضاد کی نوعیت اور اس عمل کی ماہیت میں تبدیلی نہیں ہوتی، لیکن طویل عمل کے دوران، بنیادی تضاد جب ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں پہنچتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ شدید ہوتا چلا جاتا ہے۔اس کے علاوہ بہت سے بڑے اور چھوٹے تضادات میں سے، جو بنیادی تضاد سے متعین یا متاثر ہوتے ہیں، کچھ شدید ہو جاتے ہیں، کچھ عارضی یا جزوی طور پر حل ہو جاتے ہیں یا ان کی شدت کم ہو جاتی ہے اور کچھ نئے تضادات پیدا ہو جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عمل کا اظہار مراحل کے ذریعے کیا جاتا ہے۔اگر لوگ کسی شے کی نشوونما کے عمل کے مراحل پر توجہ نہیں دیتے تو وہ اس شے کے تضادات کو مناسب طور پر نہیں نمٹا سکتے۔

مثال کے طور پر جب آزاد مسابقت کے دور کی سرمایہ داری نے سامراجیت کی شکل اختیار کر لی تو بنیادی طور پر دونوں متضاد طبقات، یعنی پرولتاریہ اور بورژوا طبقے، کی طبقاتی نوعیت میں یا سماج کی سرمایہ دارانہ ماہیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔تاہم ان دونوں طبقوں کے درمیان تضاد شدید ہو گیا، اجارہ دارانہ سرمائے اور غیر اجارہ دارانہ سرمائے کے درمیان تضاد ظہور میں آیا، نوآبادیاتی طاقتوں اور نوآبادیات کے درمیان تضاد شدید ہو گیا، سرمایہ دار ممالک کے درمیان تضاد، جو ان سرمایہ دار ملکوں کی غیر متوازن ترقی کا نتیجہ تھا، مخصوص شدت کے ساتھ ابھر آیا، اور اس طرح سرمایہ داری کا خاص مرحلہ، یعنی سامراجیت کا مرحلہ معرض وجود میں آیا۔لینن ازم، سامراجیت اور پرولتاری انقلاب کے دور کا مارکسزم ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ لینن اور اسٹالن نے ان تضادات کی صحیح تشریح کی ہے اور ان تضادات کو حل کرنے کے لئے

پرولتاری انقلاب کے نظریے اور تدابیر کو صحیح طور پر وضع کیا ہے۔

چین کے اس بورژوا۔ جمہوری انقلاب کے عمل کو لیجئے، جو 1911 کے انقلاب سے شروع ہوا تھا، اس کے بھی کئی مخصوص مرحلے رہے ہیں۔ خاص طور پر بورژوا قیادت کے دور کا انقلاب اور پرولتاری قیادت کے دور کا انقلاب دو انتہائی مختلف تاریخی مراحل کی نمائندگی کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر، پرولتاری قیادت نے بنیادی طور پر انقلاب کی ساری شکل وصورت بدل دی ہے، طبقات کی نئی صف بندی کی ہے، کسان انقلاب میں ایک زبردست ابھار پیدا کیا ہے، سامراجیت اور جاگیرداری کے خلاف انقلاب میں مکملیت پیدا کی ہے، جمہوری انقلاب کی سوشلسٹ انقلاب میں تبدیلی کا امکان پیدا کیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بات بھی اس دور میں ممکن نہیں تھی، جب کہ انقلاب بورژوا قیادت کے تحت تھا۔ اگر چہ بحثیت مجموعی عمل کے اندر بنیادی تضاد کی نوعیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، یعنی عمل کی سامراج دشمن، جاگیردار دشمن جمہوری انقلابی نوعیت (جس کی ضد نیم نوآبادیاتی اور نیم جاگیردارانہ نوعیت ہے) میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی، لیکن یہ عمل بیس سال سے زیادہ عرصے میں نشوونما کے کئی مراحل سے گزر چکا ہے۔ اس طویل عرصے میں بہت سے عظیم واقعات پیش آئے ہیں، مثلاً 1911 کے انقلاب کی ناکامی اور شمالی جنگی سرداروں کی حکومت کا قیام، پہلے قومی متحدہ محاذ کی تشکیل اور 27-1924 کا انقلاب متحدہ محاذ کا خاتمہ اور انقلاب دشمنی کی جانب بورژوا طبقے کا فرار، نئے جنگی سرداروں کے درمیان جنگیں، انقلاب اراضی کی جنگ، دوسرے قومی متحدہ محاذ کا قیام اور جاپان کے خلاف جنگ مزاحمت، وغیرہ وغیرہ۔ یہ مراحل خاص خصوصیات کے حامل ہیں، مثلاً بعض تضادات میں شدت پیدا ہونا (جیسے انقلاب اراضی کی جنگ اور چار شمال مشرقی صوبوں پر جاپان کا حملہ)، بعض تضادات کا جزوی یا عارضی طور پر حل ہونا (جیسے شمالی جنگی سرداروں کی تباہی اور ہمارے ہاتھوں زمینداروں کی زمین کی ضبطی) اور بعض تضادات کا پھر ظہور میں آنا (جیسے نئے جنگی سرداروں کے درمیان تصادم اور جنوب میں انقلابی اڈوں کے علاقوں کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد زمینداروں کا زمین پر دوبارہ قبضہ)۔

کسی شے کی نشوونما کے عمل کے ہر مرحلے پر تضادات کی تخصیصات کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں نہ صرف ان کے باہمی تعلقات، ان کی کلیت کے لحاظ سے مشاہدہ کرنا چاہیئے، بلکہ ہمیں تضاد کے دونوں پہلوؤں کا بھی جائزہ لینا چاہیئے۔

مثال کے طور پر کومنتانگ اور کمیونسٹ پارٹی پر غور کیجئے۔ ان میں سے ایک پہلو یعنی کومنتانگ کو لیجئے۔ پہلے متحدہ محاذ کے زمانے میں کومنتانگ نے سن یت سین کی، روس کے ساتھ اتحاد، کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ تعاون اور مزدوروں اور کسانوں کی امداد و اعانت سے متعلق تین عظیم پالیسیوں پر عمل درآمد کیا، اسی وجہ سے وہ انقلابی اور طاقتور تھی، وہ جمہوری انقلاب کے لئے مختلف طبقوں کا اتحاد تھی۔ لیکن 1927 سے کومنتانگ نے اپنے آپ کو اپنی ضد میں تبدیل کر لیا اور وہ زمینداروں اور بڑے بورژوا طبقے کا ایک رجعت پسند بلاک بن گئی۔ دسمبر 1936 میں واقعہ شی آن کے بعد اس نے جاپانی سامراج کی مشترکہ مخالفت کے لئے خانہ جنگی بند کرنے اور کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ تعاون کرنے کی سمت میں ایک اور تبدیلی شروع کی۔ ان تینوں مراحل میں کومنتانگ کی خصوصیات یہی رہی ہیں۔ بلاشبہ یہ خصوصیات مختلف قسم کے اسباب کی پیداوار ہیں۔ اب دوسرے پہلو یعنی چینی کمیونسٹ پارٹی کو لیجئے۔ پہلے متحدہ محاذ کے زمانے میں چینی کمیونسٹ پارٹی اپنے ایام طفلی میں تھی۔ اس نے 27-1924 کے انقلاب کی جرأت مندی کے ساتھ قیادت کی، لیکن اس نے انقلاب کی نوعیت، اس کے فرائض اور طریقوں کو سمجھنے کے سلسلے میں ناپختگی کا مظاہرہ کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھن تو شیوازم کے لئے جو اس انقلاب کے آخری دور میں نمودار ہوا تھا، غلبہ حاصل کرنا ممکن ہو گیا اور وہ انقلاب کی شکست کا باعث بن گیا۔ 1927 کے بعد کمیونسٹ پارٹی نے جرأت مندی کے ساتھ انقلاب اراضی کی جنگ کی قیادت کی اور انقلابی فوج تیار کی اور انقلابی اڈوں کے علاقے قائم کئے، لیکن اس نے خطر پسندانہ غلطیاں بھی کیں، جن کی بنا پر فوج اور اڈوں کے علاقوں، دونوں کو زبردست نقصان پہنچا۔ 1935 سے پارٹی نے ان غلطیوں کو درست کر لیا ہے اور وہ جاپان کے خلاف مزاحمت کے لئے نئے متحدہ محاذ کی قیادت کر رہی ہے۔ یہ عظیم جدوجہد اب آگے بڑھ رہی ہے۔ موجودہ مرحلے میں کمیونسٹ پارٹی ایک ایسی پارٹی ہے جو دو انقلابات کی آزمائش سے گزر چکی ہے اور تجربے سے مالا مال ہو چکی ہے۔ ان تینوں مراحل میں چینی کمیونسٹ پارٹی کی خصوصیات یہی رہی ہیں۔ یہ خصوصیات بھی مختلف قسم کے اسباب کی پیداوار ہیں۔ ان دو طرح کی خصوصیات کا مطالعہ کئے بغیر ہم دونوں پارٹیوں کی نشو و نما کے مختلف مرحلوں کے دوران ان کے درمیان مخصوص رشتوں، یعنی متحدہ محاذ کے قیام، متحدہ محاذ کے خاتمے اور دوسرے متحدہ محاذ کے قیام، کو نہیں سمجھ سکتے۔ دونوں پارٹیوں کی مختلف خصوصیات کے مطالعے کے لئے جو بات زیادہ بنیادی ہے وہ یہ ہے کہ دونوں پارٹیوں کی طبقاتی بنیاد اور

اس سے پیدا ہونے والے ان تضادات کا مطالعہ کیا جائے جو مختلف ادوار میں ہر پارٹی اور دوسری قوتوں کے درمیان پیدا ہوتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر، کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ پہلے تعاون کے دور میں کومنتانگ غیر ملکی سامراج سے تضاد رکھتی تھی، اس لئے وہ سامراج دشمن تھی۔ دوسری طرف وہ اندرون ملک عوام سے تضاد رکھتی تھی، اگرچہ اس نے زبانی طور پر محنت کش عوام کو بہت فائدے پہنچانے کے وعدے کئے تھے، لیکن فی الواقع اس نے انہیں بہت کم دیا یا کچھ بھی نہیں دیا۔ اس دور میں جب کومنتانگ نے کمیونسٹ دشمن جنگ چھیڑ رکھی تھی، اس نے عوام کے خلاف سامراجیت اور جاگیرداری کے ساتھ گٹھ جوڑ کر لیا اور عوام نے انقلاب کے ذریعے جو فائدے حاصل کئے تھے ان سب کو خاک میں ملا دیا، اور اس طرح اس نے عوام کے ساتھ اپنے تضادات میں شدت پیدا کر لی۔ جاپان کے خلاف جنگ کے موجودہ دور میں کومنتانگ جاپانی سامراج سے تضاد رکھتی ہے اور وہ کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ تعاون کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کے باوجود وہ کمیونسٹ پارٹی اور عوام کے خلاف اپنی جدوجہد یا ان پر اپنے جبر و تشدد میں کوئی کمی نہیں آنے دیتی۔ جہاں تک کمیونسٹ پارٹی کا تعلق ہے، اس نے ہمیشہ اور ہر دور میں سامراجیت اور جاگیرداری کے خلاف عوام کا ساتھ دیا ہے۔ لیکن جاپان کے خلاف جنگ کے موجودہ دور میں اس نے کومنتانگ اور ملکی جاگیردار قوتوں کے بارے میں اعتدال پسند پالیسی اختیار کر رکھی ہے، کیونکہ کومنتانگ نے جاپان کے خلاف مزاحمت کرنے کا اظہار کیا ہے۔ مذکورہ بالا حالات کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ان دونوں پارٹیوں کے درمیان کبھی اتحاد ہوتا ہے اور کبھی جدوجہد ہوتی ہے، یہاں تک کہ اتحاد کے ادوار میں بھی بیک وقت اتحاد اور جدوجہد کی پیچیدہ صورت حال رہی ہے۔ اگر ہم تضاد کے دونوں پہلوؤں کی خصوصیات کا مطالعہ نہ کریں تو ہم نہ صرف ہر پارٹی کے دوسری قوتوں کے ساتھ تعلقات کو سمجھنے میں ناکام رہیں گے، بلکہ دونوں پارٹیوں کے درمیان تعلقات کو بھی سمجھنے سے قاصر ہوں گے۔

اس طرح سے یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ کسی بھی قسم کے تضاد کی تخصیص کا مطالعہ کرتے ہوئے۔ مادے کی حرکت کی ہر شکل کے اندر کے تضاد، اس کی نشوونما کے ہر عمل میں تضاد، ہر عمل میں تضاد کے دونوں پہلو، عمل کے ہر مرحلے پر تضاد اور ہر مرحلے پر تضاد کے دونوں پہلو، عمل کے ہر مرحلے پر تضاد اور ہر مرحلے پر تضاد کے دونوں پہلو۔ ان تمام تضادات کی تخصیص کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں موضوعیت پسند اور خودرائے نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ اس کا ٹھوس طریقے سے تجزیہ کرنا چاہیئے۔ ٹھوس تجزیے کے بغیر کسی تضاد کی

تخصیص کا علم نہیں ہو سکتا۔ ہمیں لینن کے الفاظ ''ٹھوس حالات کا ٹھوس تجزیہ'' ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں۔

سب سے پہلے مارکس اور اینگلس نے ہمیں ایسے ٹھوس تجزیے کے عمدہ نمونے مہیا کئے۔

جب مارکس اور اینگلس نے اشیا میں تضاد کے قانون کا اطلاق معاشرتی تاریخی عمل کے مطالعے پر کیا تو انہوں نے پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تضاد کا پتہ چلایا، انہوں نے استحصالی طبقوں اور زیر استحصال طبقوں کے درمیان تضاد کا پتہ چلایا اور ان تضادات کے نتیجے میں قائم ہونے والی اقتصادی بنیاد اور اس کے بالائی ڈھانچے (سیاست، نظریہ وغیرہ) کے درمیان تضاد کا پتہ چلایا، اور انہوں نے اس بات کا بھی پتہ چلایا کہ یہ تضادات کس طرح ناگزیر طور پر مختلف قسموں کے طبقاتی سماج میں مختلف قسموں کا سماجی انقلاب لانے کا موجب بنتے ہیں۔

جب مارکس نے اس قانون کا اطلاق سرمایہ دارانہ سماج کے معاشی ڈھانچے کے مطالعے پر کیا تو انہوں نے یہ دریافت کیا کہ اس سماج کا بنیادی تضاد پیداوار کی سماجی نوعیت اور ملکیت کی نجی نوعیت کے درمیان تضاد ہے۔ اس تضاد کا مظاہرہ انفرادی اداروں میں پیداوار کی منظّم نوعیت اور پورے سماج میں پیداوار کی غیر منظّم نوعیت کے درمیان تضاد کی صورت میں ہوتا ہے۔ طبقاتی تعلقات کے اعتبار سے اس کا مظاہرہ بورژوا طبقے اور پرولتاریہ کے درمیان تضاد کی صورت میں ہوتا ہے۔

چونکہ اشیا کا دائرہ انتہائی وسیع ہوتا ہے اور ان کی نشوونما کی کوئی حد نہیں ہوتی، اس لئے جو چیز ایک قسم کے حالات میں ہمہ گیر ہوتی ہے وہ دوسری قسم کے حالات میں مخصوص بن جاتی ہے۔ اس کے برعکس، جو چیز ایک قسم کے حالات میں مخصوص ہوتی ہے، وہ دوسری قسم کے حالات میں ہمہ گیر بن جاتی ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں پیداوار کی سماجی نوعیت اور ذرائع پیداوار کی نجی ملکیت کے درمیان جو تضاد ہے، وہ ان تمام ممالک میں مشترک ہے جہاں سرمایہ داری موجود ہے اور ترقی کر رہی ہے۔ جہاں تک سرمایہ داری کا تعلق ہے، یہ تضاد کی ہمہ گیریت ہے۔ لیکن سرمایہ داری کا یہ تضاد طبقاتی سماج کی عام نشوونما کے ایک خاص تاریخی مرحلے سے تعلق رکھتا ہے۔ جہاں تک عام طبقاتی سماج میں پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تضاد کا تعلق ہے، یہ تضاد کی تخصیص ہے۔ تاہم سرمایہ دارانہ سماج کے ان تمام تضادات کی تخصیص کا تجزیہ کرتے ہوئے مارکس نے عام طبقاتی سماج میں پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تضاد کی ہمہ گیریت کی اور بھی زیادہ عمیق، زیادہ مناسب اور زیادہ مکمل توضیح کی ہے۔

چونکہ مخصوص، ہمہ گیر کے ساتھ وابستہ ہے اور چونکہ ہر شے میں نہ صرف تضاد کی تخصیص موجود ہوتی ہے بلکہ تضاد کی ہمہ گیریت بھی موجود ہوتی ہے، ہمہ گیریت تخصیص کے اندر موجود ہوتی ہے، اس لئے ہمیں چاہیئے کہ جب ہم کسی شے کا مطالعہ کریں تو مخصوص اور ہمہ گیر، ہر دو کا اور ان کے باہمی تعلق کا پتہ چلانے کی کوشش کریں، خود اس شے کے اندر کی تخصیص اور ہمہ گیریت، ہر دو کا اور ان کے باہمی تعلق کا بھی پتہ چلانے کی کوشش کریں اور اس شے کا اس کے باہر کی بہت سے اشیا کے ساتھ باہمی تعلق بھی دریافت کرنے کی کوشش کریں جب اسٹالن نے اپنی مشہور تصنیف ''لینن ازم کی بنیادی'' میں لینن ازم کی تاریخی بنیادوں کی تشریح کی تو انہوں نے اس بین الاقوامی صورت حال کا تجزیہ کیا جس میں لینن ازم نے جنم لیا، سرمایہ داری کے ان تضادات کا تجزیہ کیا جو سامراجیت کے تحت اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے، اور یہ بتایا کہ کس طرح ان تضادات نے پرولتاری انقلاب کو فوری کارروائی کا مسئلہ بنا دیا اور سرمایہ داری پر براہ راست یلغار کرنے کے لئے سازگار حالات پیدا کر دئے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ان وجوہات کا بھی تجزیہ کیا کہ روس لینن ازم کا گہوارہ کیوں بنا، زارشاہی روس سامراجیت کے تمام تضادات کا مرکز کیوں بنا اور روسی پرولتاریہ کے لئے بین الاقوامی انقلابی پرولتاریہ کا ہراول دستہ بننا کیوں ممکن ہوا۔ اس طرح اسٹالن نے سامراجیت میں تضاد کی ہمہ گیریت کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ بتایا کہ لینن ازم سامراجیت اور پرولتاری انقلاب کے دور کا مارکسزم کیوں ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس عمومی تضاد کے اندر زارشاہی روسی سامراج کی تخصیص کا بھی تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ روس پرولتاری انقلاب کے نظریے اور تدابیر کی جنم بھومی کیوں بنا اور تضاد کی ہمہ گیریت کس طرح اس تخصیص میں مضمر ہے۔ اسٹالن کا یہ تجزیہ ہمیں تضاد کی تخصیص اور ہمہ گیریت اور ان کے باہمی تعلق کو سمجھنے کے لئے یک نمونہ فراہم کرتا ہے۔

معروضی مظاہر کے مطالعے میں جدلیات کے استعمال کے سوال پر مارکس اور اینگلس، اور اسی طرح لینن اور اسٹالن نے بھی ہمیشہ لوگوں کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ کسی طور بھی موضوعیت پسند اور خود رائے نہ بنیں، بلکہ ان مظاہر کی حقیقی معروضی حرکت کے ٹھوس حالات سے ان کے ٹھوس تضادات، ہر تضاد کے ہر پہلو کی ٹھوس حالات سے ان کے ٹھوس تضادات، ہر تضاد کے ہر پہلو کی ٹھوس حیثیت اور تضادات کے ٹھوس باہمی تعلقات کا پتہ چلائیں۔ ہمارے عقیدہ پرست مطالعہ کرتے وقت یہ رویہ اختیار نہیں کرتے، جس کی وجہ سے وہ کبھی کسی صحیح نتیجے پر نہیں پہنچ سکتے۔ ہمیں ان کی ناکامی سے تنبیہ حاصل کرنی چاہیئے اور یہ

رویہ سیکھنا چاہیئے، جو مطالعے کا واحد صحیح رویہ ہے۔

تضاد کی ہمہ گیریت اور تخصیص کے درمیان تعلق، تضاد کی عمومی نوعیت اور انفرادی نوعیت کے درمیان تعلق ہے۔ اول الذکر سے ہماری مراد یہ ہے کہ تضاد تمام اعمال میں موجود ہوتا ہے اور تمام اعمال، میں شروع سے آخر تک جاری وساری رہتا ہے۔ حرکت، اشیا، اعمال، فکر۔ یہ تمام تضادات ہیں۔ تضاد سے انکار کرنے کا مطلب ہر چیز سے انکار کرنا ہے۔ یہ بلا استثنٰی تمام زمانوں اور تمام ملکوں کے لئے ایک صداقت کلیہ ہے۔ اس لئے تضاد عمومی نوعیت، مطلقیت کا حامل ہوتا ہے۔ لیکن یہ عمومی نوعیت ہر انفرادی نوعیت میں مضمر ہوتی ہے۔ انفرادی نوعیت کے بغیر کوئی عمومی نوعیت نہیں ہوسکتی۔ اگر ہر انفرادی نوعیت ختم کر دی جائے تو کون سی عمومی نوعیت باقی رہے گی؟ چونکہ ہر تضاد مخصوص ہوتا ہے اس لئے انفرادی نوعیت پیدا ہوتی ہے۔ انفرادی نوعیت تمام تر مشروط اور عارضی وجود رکھتی ہے، لہذا وہ اضافی ہوتی ہے۔

عمومی نوعیت اور انفرادی نوعیت سے متعلق، مطلقیت اور اضافیت سے متعلق یہ صداقت اشیا میں تضاد کے مسئلے کا لب لباب ہے۔ اس کو سمجھنے میں ناکامی جدلیات سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔

4- اصل تضاد اور تضاد کا اصل پہلو

تضاد کی تخصیص کے مسئلے میں ابھی دو نکتے ایسے ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ تجزیہ کرنا ضروری ہے۔ یہ نکتے ہیں اصل تضاد اور تضاد کا اصل پہلو۔

کسی پیچیدہ شے کی نشوونما کے عمل میں بہت سے تضادات پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک لازمی طور پر اصل تضاد ہوتا ہے، جس کا وجود اور نشوونما دوسرے تضادات کے وجود اور نشوونما کو متعین یا متاثر کرتی ہے۔

مثال کے طور پر سرمایہ دارانہ سماج میں دو متضاد قوتیں، پرولتاریہ اور بورژوا طبقہ، اصل تضاد کی تشکیل کرتی ہیں، دوسرے تضادات مثلاً باقی ماندہ جاگیردار طبقے اور بورژوا طبقے کے درمیان تضاد، کسان ادنٰی بورژوا طبقے اور بورژوا طبقے کے درمیان تضاد، پرولتاریہ اور کسان ادنٰی بورژوا طبقے کے درمیان تضاد، غیر اجارہ دار سرمایہ داروں اور اجارہ دار سرمایہ داروں کے درمیان تضاد، بورژوا جمہوریت اور بورژوا فسطائیت کے درمیان تضاد، سرمایہ دار ممالک کے درمیان تضاد اور سامراج اور نوآبادیات کے درمیان

تضاد، یہ سب کے سب اسی اصل تضاد سے متعین یا متاثر ہوتے ہیں۔

چین جیسے نیم نوآبادیاتی ملک میں اصل تضاد اور غیر اصل تضادات کے درمیان تعلق ایک پیچیدہ تصویر پیش کرتا ہے۔

جب سامراج کسی ایسے ملک کے خلاف جارحانہ جنگ شروع کرتا ہے تو کچھ غداروں کو چھوڑ کر اس کے تمام مختلف النوع طبقے سامراج کے خلاف قومی جنگ میں عارضی طور پر متحد ہو سکتے ہیں۔ ایسے وقت میں سامراج اور اس ملک کے درمیان تضاد اصل تضاد بن جاتا ہے، جب کہ اندرون ملک مختلف طبقوں کے مابین تمام تضادات (جن میں یہ اصل تضاد، یعنی جاگیردارانہ نظام اور عوام کے درمیان تضاد بھی شامل ہے) عارضی طور پر ثانوی اور ذیلی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ چین میں 1840 کی جنگ افیون، 1894 کی چین۔ جاپان جنگ اور 1900 کی ای ہوتوان جنگ میں یہی ہوا تھا، اور موجودہ چین۔ جاپان جنگ میں بھی یہی ہو رہا ہے۔

لیکن دوسری قسم کے حالات میں تضادات کی حیثیت بدل جاتی ہے۔ جب سامراج اپنا ظلم و تشدد جنگ کی بجائے نسبتاً نرم ذرائع۔ سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی ذرائع سے جاری رکھتا ہے۔ تو نیم بوآبادیاتی ممالک کے حکمراں طبقے سامراج کی اطاعت قبول کر لیتے ہیں اور عوام پر مشترکہ ظلم و تشدد کرنے کے لئے دونوں گٹھ جوڑ کر لیتے ہیں۔ ایسے وقت میں عوام سامراج اور جاگیردار طبقوں کے اتحاد کے خلاف اکثر خانہ جنگی کا راستہ اختیار کرتے ہیں جب کہ سامراج عوام پر مظالم ڈھانے کے سلسلے میں نیم نوآبادیاتی ملکوں کے رجعت پسندوں کی مدد کے لئے براہ راست اقدام کرنے کے بجائے اکثر بالواسطہ طریقے اختیار کرتا ہے، اور اس طرح اندرونی تضادات خاص طور پر شدید ہو جاتے ہیں۔ چین میں 1911 کی انقلابی جنگ، 27-1924 کی انقلابی جنگ اور 1927 کے بعد انقلاب اراضی کی جنگ کے دس برسوں میں یہی کچھ ہوا تھا۔ نیم نوآبادیاتی ملکوں میں مختلف رجعت پسند حکمراں گروہوں کے مابین جنگیں، مثلاً چین میں جنگی سرداروں کے مابین جنگیں، اسی زمرے میں آتی ہیں۔

جب کوئی انقلابی خانہ جنگی ترقی کر کے ایسی منزل پر پہنچ جاتی ہے کہ سامراج اور اس کے پالتو کتوں یعنی ملکی رجعت پسندوں کو اپنا وجود خطرے میں نظر آنے لگتا ہے تو سامراج اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے اکثر دوسرے طریقے اختیار کرتا ہے۔ وہ یا تو انقلابی محاذ کے اندر پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے یا ملکی

رجعت پسندوں کی امداد کے لئے براہ راست اپنی فوجیں بھیج دیتا ہے۔ایسے وقت میں غیر ملکی سامراج اور ملکی رجعت پسند کھلے بندوں ایک صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں اور عوام دوسری طرف صف آرا ہوجاتے ہیں، اور یوں اس اصل تضاد کی تشکیل کرتے ہیں جو دوسرے تضادات کی نشوونما کو متعین یا متاثر کرتا ہے۔ انقلاب اکتوبر کے بعد روسی رجعت پسندوں کو مختلف سرمایہ دار ممالک نے جو امداد دی تھی وہ مسلح مداخلت کی ایک مثال ہے۔ 1927 میں چیانگ کائی شیک کی غداری انقلابی محاذ میں پھوٹ ڈالنے کی ایک مثال ہے۔

لیکن خواہ کچھ بھی ہو، اس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ کسی بھی عمل کی نشوونما کے ہر مرحلے میں اصل تضاد صرف ایک ہی ہوتا ہے جو رہنما کردار ادا کرتا ہے۔

لہذا اگر کسی عمل میں متعدد تضادات ہوں تو ان میں سے ایک تضاد لازمی طور پر اصل تضاد ہوتا ہے جو رہنما اور فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے جب کہ دوسرے تضادات کی حیثیت ثانوی اور ذیلی ہوتی ہے۔ چنانچہ کسی ایسے پیچیدہ عمل کا مطالعہ کرتے وقت جس میں دو یا دو سے زیادہ تضادات ہوں، ہمیں اس کا اصل تضاد معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ ایک مرتبہ یہ اصل تضاد گرفت میں آ جائے تو تمام مسائل آسانی سے حل کئے جاسکتے ہیں۔ یہی وہ طریقہ ہے جو مارکس نے سرمایہ دارانہ سماج کا مطالعہ کرکے ہمیں سکھایا ہے۔ اسی طرح لینن اور اسٹالن نے بھی سامراجیت اور سرمایہ داری کے عمومی بحران کا مطالعہ کر کے اور سوویت معیشت کا مطالعہ کر کے ہمیں یہی طریقہ سکھایا ہے۔ ہزاروں اہل علم اور اہل عمل ایسے ہیں جو اسے نہیں سمجھ پاتے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اندھیرے میں ہونے کی بنا پر مسئلے کی تہہ تک پہنچنے کے قابل نہیں ہوتے اور قدرتی طور پر تضادات کو حل کرنے کا کوئی طریقہ تلاش نہیں کرسکتے۔

جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں، کسی عمل میں تمام تضادات کو یکساں نہیں سمجھنا چاہیئے، بلکہ اصل تضاد اور ثانوی تضادات میں تمیز کرنی چاہیئے۔ اور اصل تضاد کو گرفت میں لانے کے لئے خصوصی توجہ صرف کرنی چاہیئے۔ لیکن کیا کسی ایک تضاد میں، خواہ وہ اصل ہو یا ثانوی، دونوں متضاد متضاد پہلوؤں کو یکساں سمجھنا چاہیئے؟ بالکل نہیں۔ کسی بھی تضاد میں متضاد پہلوؤں کی نشوونما غیر متوازن ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دونوں متضاد پہلو متوازن ہیں، لیکن یہ حالت عارضی اور اضافی ہوتی ہے، جب کہ عدم توازن بنیادی ہوتا ہے۔ دو متضاد پہلوؤں میں سے ایک لازمی طور پر اصل ہوتا ہے اور دوسرا ثانوی۔ اصل

پہلو وہ ہوتا ہے جو تضاد میں رہنما کردار ادا کرتا ہے۔ کسی شے کی نوعیت کا تعین زیادہ تر تضاد کے اصل پہلو سے ہوتا ہے، جو غالب حیثیت حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

لیکن یہ صورت حال جامد نہیں رہتی۔ تضاد کے اصل اور غیر اصل پہلو ایک دوسرے میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور اسی کے مطابق شے کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔ کسی تضاد کی نشو ونما کے کسی خاص عمل میں یا کسی خاص مرحلے میں اگر الف اصل پہلو ہے اور ب غیر اصل پہلو، تو کسی دوسرے مرحلے میں یا کسی دوسرے عمل میں وہ ایک دوسرے کی جگہ لے لیتے ہیں۔ یہ ایسی تبدیلی ہے جو کسی شے کی نشو ونما کے دوران، کسی ایک پہلو کی دوسرے پہلو کے ساتھ کشمکش میں ہر پہلو کی قوت میں کمی یا بیشی کی حد سے متعین ہوتی ہے۔

ہم اکثر ''پرانے کی جگہ نئے کے آجانے'' کی بات کرتے ہیں۔ پرانے کی جگہ نئے کا آجانا کائنات کا عام، ازلی اور اٹل قانون ہے۔ ایک شے کی اس کی نوعیت اور اس کے خارجی حالات کے مطابق مختلف صورتوں کی جستوں کے ذریعے دوسری شے میں تبدیلی۔ یہ پرانے کی جگہ نئے کے آجانے کا عمل ہے۔ ہر شے میں اس کے نئے اور پرانے پہلوؤں کے درمیان تضاد ہوتا ہے اور یہی تضاد کشمکشوں کے ایک ایسے سلسلے کو جنم دیتا ہے جس میں بہت سے پیچ وخم ہوتے ہیں۔ ان کشمکشوں کے نتیجے میں نیا پہلو چھوٹے سے بڑے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور غالب حیثیت اختیار کر لیتا ہے، جب کہ پرانا پہلو بڑے سے چھوٹے میں تبدیل ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ معدوم ہو جاتا ہے۔ اور جس لمحے نیا پہلو پرانے پہلو پر غالب آتا ہے، پرانی شے کیفیت کے اعتبار سے نئی شے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ کسی شے کی نوعیت کا تعین زیادہ تر تضاد کے اصل پہلو سے ہوتا ہے جو غالب حیثیت حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ جب اصل پہلو، جو غالب حیثیت حاصل کر چکا ہوتا ہے، تبدیل ہوتا ہے تو اسی کے مطابق شے کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔

سرمایہ دارانہ سماج میں سرمایہ داری نے پرانے جاگیردارانہ عہد کی ذیلی قوت کی حیثیت تبدیل کر کے غالب قوت کی حیثیت حاصل کر لی ہے اور اسی کے مطابق سماج کی نوعیت بھی جاگیردارانہ سے تبدیل ہو کر سرمایہ دارانہ ہو گئی ہے۔ نئے سرمایہ دارانہ دور میں جاگیردارانہ قوتیں اپنی سابقہ غالب حیثیت سے تبدیل ہو کر ذیلی حیثیت میں آ گئی ہیں اور رفتہ رفتہ معدوم ہو رہی ہیں۔ مثال کے طور پر برطانیہ اور فرانس

میں یہی ہوا تھا۔ پیداواری قوتوں کی نشو ونما کے ساتھ ساتھ بورژوا طبقہ ترقی پسندانہ کردار ادا کرنے والے نئے طبقے سے تبدیل ہو کر رجعت پسندانہ کردار ادا کرنے والا پرانا طبقہ بن جاتا ہے، یہاں تک کہ بالآخر پرولتاریہ اس کا تختہ الٹ دیتا ہے اور وہ ایک ایسا طبقہ بن جاتا ہے جو نجی ملکیت کے ذرائع پیداوار اور اقتدار سے محروم ہوتا ہے۔ اور پھر وہ بھی رفتہ رفتہ معدوم ہو جاتا ہے۔ پرولتاریہ جو تعداد میں بورژوا طبقے سے کہیں زیادہ ہے اور جو بیک وقت بورژوا طبقے کے ساتھ مگر اس کے زیر اقتدار نشو ونما پاتا ہے، ایک ایسی نئی قوت ہے جو اگر چہ ابتدا میں بورژوا طبقے کے ماتحت ہوتی ہے لیکن بتدریج زور پکڑتی جاتی ہے اور تاریخ میں رہنما کردار ادا کرنے والا ایک آزاد طبقہ بن جاتی ہے، اور آخر کار سیاسی اقتدار پر قبضہ کر کے حکمراں طبقہ بن جاتی ہے۔ اس پر سماج کی نوعیت بدل جاتی ہے اور پرانا سرمایہ دارانہ سماج نیا سوشلسٹ سماج بن جاتا ہے۔ یہ وہ راستہ ہے جو سوویت یونین اختیار کر چکا ہے، اور یہی وہ راستہ ہے جو تمام دوسرے ممالک بھی ناگزیر طور پر اختیار کریں گے۔

مثال کے طور پر چین کو دیکھئے۔ جس تضاد نے چین کو نیم نوآبادی کی سطح پر پہنچا دیا ہے، اس میں سامراج کو اصل حیثیت حاصل ہے، وہ چینی عوام پر ظلم و تشدد کرتا ہے اور چین ایک آزاد ملک سے ایک نیم نوآبادیاتی ملک میں تبدیل ہو گیا ہے۔ لیکن یہ صورت حال لازماً بدل جائے گی۔ دونوں فریقوں کے درمیان کشمکش میں چینی عوام کی قوت، جو پرولتاریہ کی قیادت میں بڑھتی جا رہی ہے، چین کو لازمی طور پر ایک نیم نوآبادی سے ایک آزاد ملک میں تبدیل کر دے گی، جب کہ سامراج کا تختہ الٹ دیا جائے گا اور پرانا چین لازمی طور پر نئے چین میں تبدیل ہو جائے گا۔

پرانے چین کی نئے چین میں تبدیلی کے عمل میں ملک کے اندر پرانی جاگیردارانہ قوتوں اور نئی عوامی قوتوں کے درمیان تعلق میں تبدیلی بھی شامل ہے۔ پرانے جاگیردار زمیندار طبقے کا تختہ الٹ دیا جائے گا اور وہ حاکم سے محکوم بن جائے گا اور پھر یہ طبقہ بھی رفتہ رفتہ مٹ جائے گا۔ عوام پرولتایہ کی زیر قیادت محکوم سے حاکم بن جائیں گے۔ اس پر، چینی سماج کی نوعیت تبدیل ہو جائے گی اور پرانا، نیم نوآبادیاتی اور نیم جاگیردارانہ سماج ایک نئے۔ جمہوری سماج میں تبدیل ہو جائے گا۔

ایسی باہمی تبدیلی کی مثالیں ہمارے ماضی کے تجربات میں بھی ملتی ہیں۔ چھینگ خاندان، جس نے تقریباً تین سو سال تک چین پر حکومت کی تھی، کا تختہ 1911 کے انقلاب میں الٹ دیا گیا اور انقلابی

''تھونگ منگ ہوئی''، جس کی قیادت سن یت سین کر رہے تھے، کچھ عرصے تک فتحمند رہی۔ 27-1924 کی انقلابی جنگ کے دوران جنوب میں کمیونسٹ۔کومنتانگ اتحاد کی انقلابی قوتیں کمزور سے طاقتور بن گئیں اور شمالی مہم میں فتحیات ہوئیں، جب کہ شمالی جنگی سرداروں کا، جو کبھی سیاہ وسفید کے مالک تھے، تختہ الٹ دیا گیا۔ 1927 میں کمیونسٹ پارٹی کی زیر قیادت عوامی قوتیں کومنتانگ رجعت پسندوں کے حملوں کی وجہ سے تعداد میں بہت کم رہ گئیں، لیکن جب ان کی صفوں کے اندر موقع پرستی کی بیخ کنی کر دی گئی تو رفتہ رفتہ وہ پھر زور پکڑنے لگیں۔ کمیونسٹ پارٹی کی زیر قیادت انقلابی اڈوں کے علاقوں میں کسان جو پہلے محکوم تھے اب حاکم بن گئے ہیں، جب کہ زمینداروں کی حیثیت بدل کر اس کے برعکس ہوگئی ہے۔ دنیا میں ہمیشہ ایسا ہی ہوتا آیا ہے، نیا پرانے کی جگہ لے لیتا ہے، پرانا نئے کے لئے جگہ چھوڑ دیتا ہے، نئے کو جگہ دینے کے لئے پرانے کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے اور پرانے میں سے نیا ابھر آتا ہے۔

انقلابی جدوجہد میں بعض اوقات مشکلات موافق حالات پر بھاری پڑتی ہیں اور اس طرح وہ تضاد کا اصل پہلو بن جاتی ہیں اور موافق حالات ثانوی پہلو بن جاتے ہیں۔ لیکن انقلابی لوگ اپنی کوششوں کے ذریعے بتدریج مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں اور ایک موافق صورت حال پیدا کر سکتے ہیں۔ اس طرح مشکل صورت حال موافق صورت کے لئے جگہ چھوڑ دیتی ہے۔ 1927 میں چینی انقلاب کی ناکامی کے بعد اور چینی سرخ فوج کے طویل مارچ کے دوران یہی ہوا تھا۔ موجودہ چین۔جاپان جنگ میں چین پھر مشکل صورت حال سے دوچار ہے، لیکن ہم اسے بدل سکتے ہیں اور چین اور جاپان کے درمیان جو صورت حال موجود ہے اسے بنیادی طور پر تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انقلابی لوگ غلطیوں کا ارتکاب کریں تو موافق حالات بھی مشکل حالات میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح 27-1924 کے انقلاب کی فتح شکست میں تبدیل ہوگئی۔ 1927 کے بعد جنوبی صوبوں میں انقلابی اڈوں کے جو علاقے قائم ہوئے تھے، وہ سب کے سب 1934 تک شکست سے دوچار ہو چکے تھے۔

جب ہم مطالعے میں مصروف ہوتے ہیں تو لاعلمی سے علم تک کے سفر میں تضاد کے لئے بھی یہی بات صحیح ہوتی ہے۔ مارکسزم کے مطالعے کے بالکل آغاز میں مارکسزم سے ہماری لاعلمی یا اس سے واجبی سی واقفیت اور مارکسزم کے علم کے درمیان تضاد ہوتا ہے۔ لیکن محنت سے مطالعے کے ذریعے لاعلمی کو علم میں، واجبی سے علم کو ٹھوس علم میں اور مارکسزم کے اطلاق میں اندھے پن کو مہارت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بعض تضادات پر یہ بات صادق نہیں آتی۔ مثال کے طور پر پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تضاد میں پیداواری قوتیں اصل پہلو ہیں۔ نظریے اور عمل کے درمیان تضاد میں عمل اصل پہلو ہے۔ اقتصادی بنیاد اور بالائی ڈھانچے کے درمیان تضاد میں اقتصادی بنیاد اصل پہلو ہے اور ان کی اپنی اپنی حیثیتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہ میکانکی مادی تصور ہے، جدلیاتی مادی تصور نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پیداواری قوتیں، عمل اور اقتصادی بنیاد عام طور پر اصل اور فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں اور جو کوئی اس سے انکار کرتا ہے وہ مادیت پسند نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ مخصوص حالات میں پیداواری رشتے، نظریہ اور بالائی ڈھانچے جیسے پہلو جواباً اصل اور فیصلہ کن کردار کی صورت میں اپنا اظہار کرتے ہیں۔ جب پیداواری قوتوں کے لئے پیداواری رشتوں میں تبدیلی کئے بغیر ترقی کرنا ناممکن ہو جاتا ہے تو پیداواری رشتوں میں تبدیلی اصل اور فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ انقلابی نظریے کی تخلیق اور اس کی تشہیر ایسے زمانے میں اصل اور فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے جس کے متعلق لینن نے کہا ہے: ''انقلابی نظریے کے بغیر انقلابی تحریک نہیں ہو سکتی۔'' ☆15 جب کسی کام کو (خواہ وہ کوئی بھی کام ہو) سرانجام دینا ضروری ہو، لیکن اس کے لئے ابھی کوئی رہنما راہ عمل، طریقہ، منصوبہ یا پالیسی نہ ہو تو رہنما راہ عمل، طریقے، منصوبے یا پالیسی کا فیصلہ کرنا اصل اور فیصلہ کن بات ہوتی ہے۔ جب بالائی ڈھانچہ (سیاست، ثقافت وغیرہ) اقتصادی بنیاد کی ترقی میں مزاحم ہو تو سیاسی اور ثقافتی تبدیلیاں اصل اور فیصلہ کن بن جاتی ہیں۔ جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو کیا ہم مادیت کے خلاف جاتے ہیں؟ نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ تاریخ کے عمومی ارتقا میں مادہ ذہن کا تعین کرتا ہے اور سماجی وجود سماجی شعور کا تعین کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں، اور ہمیں ضرور تسلیم کرنا چاہیئے کہ ذہن کا مادی اشیا پر، سماجی شعور کا سماجی وجود پر اور بالائی ڈھانچے کا اقتصادی بنیاد پر ردعمل ہوتا ہے۔ یہ بات مادیت کے خلاف نہیں جاتی۔ اس کے برعکس یہ میکانکی مادیت سے اجتناب کرتی ہے اور جدلیاتی مادیت پر ثابت قدمی سے کاربند رہتی ہے۔

تضاد کی تخصیص کے مطالعے میں جب تک ہم ان دو نکات۔ کسی عمل میں اصل اور غیر اصل تضادات، اور کسی تضاد کے اصل اور غیر اصل پہلوؤں۔ جائزہ نہیں لیں گے، بالفاظ دیگر جب تک ہم تضاد کے ان دو نکات کی امتیازی خاصیت کا جائزہ نہیں لیں گے، اس وقت تک ہم تجریدات کی دلدل میں پھنسے

رہیں گے، تضاد کوٹھوس طریقے پر سمجھنے کے قابل نہیں ہوں گے اور نتیجتاً اسے حل کرنے کا صحیح طریقہ معلوم کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔ تضاد کے ان دونکات کی امتیازی خاصیت یا تخصیص ان قوتوں کے عدم توازن کی علامت ہوتی ہے جو آپس میں متضاد ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں کوئی شے بھی مطلق متوازن طور پر نشوونما نہیں پاتی، ہمیں متوازن نشوونما کے نظریے یا نظریہ توازن کی مخالفت کرنی چاہیئے۔ علاوہ ازیں یہ تضاد کی ٹھوس خصوصیات اور تضاد کی نشوونما کے دوران اس کے اصل اور غیر اصل پہلوؤں کی تبدیلیاں ہی ہوتی ہیں جو پرانے کی جگہ لینے والے نئے کی قوت کا اظہار کرتی ہیں۔ تضادات میں عدم توازن کی مختلف حالتوں، اصل اور غیر اصل تضادات اور تضاد کے اصل پہلوؤں کا مطالعہ ایک ایسا اہم طریقہ ہے، جس کے ذریعے ایک انقلابی سیاسی پارٹی، سیاسی اور فوجی امور، ہر دو کے بارے میں اپنی حکمت عملی اور تدابیر کی پالیسیوں کا صحیح طور پر تعین کرتی ہے۔ تمام کمیونسٹوں کو اس پر توجہ دینی چاہیئے۔

5- تضاد کے مختلف پہلوؤں کی یکسانیت اور کشمکش

جب ہم تضاد کی ہمہ گیریت اور تخصیص کو سمجھ لیں تو اس کے بعد ہمیں تضاد کے مختلف پہلوؤں کی یکسانیت اور کشمکش کے مسئلے کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

یکسانیت، وحدت، مطابقت، باہمی نفوذ، باہمی سرایت، باہمی انحصار (یابقا کے لئے باہمی انحصار)، باہمی تعلق یا باہمی تعاون۔ یہ تمام مختلف اصطلاحات ایک ہی معنی رکھتی ہیں اور مندرجہ ذیل دو نکتوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں: اول، کسی شے کی نشوونما کے عمل میں تضاد کے دونوں پہلوؤں میں سے ہر ایک پہلو کا وجود دوسرے پہلو کے وجود کی دلالت کرتا ہے، اور دونوں پہلو ایک ہی وجود میں ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ دوم، مخصوص حالات میں دونوں متضاد پہلوؤں میں سے ہر ایک پہلو خود کو اپنی ضد میں تبدیل کر لیتا ہے۔ یکسانیت کا مطلب یہی ہے۔

لینن نے کہا ہے:

جدلیات ایسی تعلیم ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اضداد کس طرح یکساں ہو سکتے ہیں، اور وہ کسی طرح یکساں واقع ہوتے ہیں (کس طرح یکساں بن جاتے ہیں)۔ کن شرائط کے تحت وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کرتے ہیں اور یکساں ہو جاتے ہیں۔ انسانی ذہن کو کس وجہ سے ان اضداد کو مردہ

اور جامد نہیں، بلکہ انہیں زندہ، مشروط، متحرک، اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کرنے والے سمجھنا چاہیئے۔☆16

اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

ہر عمل کے متضاد پہلو ایک دوسرے کے نقیض ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے کشمکش کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں۔ یہ متضاد پہلو بلا استثنٰی تمام اشیا کی نشو ونما کے عمل میں اور تمام انسانی فکر میں موجود ہوتے ہیں۔ ایک سادہ عمل میں اضداد کا صرف ایک ہی جوڑا ہوتا ہے، جب کہ پیچیدہ عمل میں ایک سے زیادہ جوڑے ہوتے ہیں۔ اور پھر اضداد کے یہ جوڑے ایک دوسرے سے متضاد ہوتے ہیں۔ معروضی دنیا کی تمام اشیا اور تمام انسانی فکر اسی طرح تشکیل پذیر ہوتی ہیں اور اسی طرح حرکت پذیر ہوتی ہیں۔

ایسی صورت میں یکسانیت یا وحدت بالکل ناپید ہوتی ہے۔ پھر یکسانیت یا وحدت کی بات کیسے کی جاسکتی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ کوئی متضاد پہلو الگ تھلگ اپنا وجود نہیں رکھ سکتا۔ اپنے متضاد پہلو کے بغیر ہر پہلو اپنی شرط وجود کھو دیتا ہے۔ ذرا غور کیجیئے، کیا کسی شے کا یا انسانی ذہن میں کسی تصور کا کوئی ایک متضاد پہلو آزادنہ وجود رکھ سکتا ہے؟ زندگی کے بغیر موت نہیں، موت کے بغیر زندگی نہیں۔ بلندی کے بغیر پستی نہیں، پستی کے بغیر بلندی نہیں۔ بدقسمتی کے بغیر خوش قسمتی نہیں، خوش قسمتی کے بغیر بدقسمتی نہیں۔ سہولت کے بغیر دشواری نہیں، دشواری کے بغیر سہولت نہیں۔ زمیندار کے بغیر مزارع نہیں، مزارع کے بغیر زمیندار نہیں۔ بورژوا طبقے کے بغیر پرولتاریہ نہیں، پرولتاریہ کے بغیر بورژوا طبقہ نہیں۔ قوموں پر سامراجی ظلم وتشدد کے بغیر نوآبادیات یا نیم نوآبادیات نہیں، نوآبادیات یا نیم نوآبادیات کے بغیر قوموں پر سامراجی ظلم وتشدد نہیں۔ تمام اضداد کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ مخصوص حالات میں ایک طرف تو وہ ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں اور دوسری طرف باہم متعلق، باہم سرایت پذیر، باہم نفوذ پذیر اور باہم انحصار پذیر ہوتے ہیں، اور یہی کردار یکسانیت کہلاتا ہے۔ مخصوص حالات میں تمام متضاد پہلو عدم یکسانیت کا کردار رکھتے ہیں اور اسی لئے انہیں متضاد کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ یکسانیت کا کردار بھی رکھتے ہیں اور اسی لئے وہ باہم متعلق ہوتے ہیں۔ لینن نے جب یہ کہا تھا کہ جدلیات یہ مطالعہ کرتی ہے کہ ''اضداد کس طرح.... یکساں ہوسکتے ہیں'' تو

ان کا بالکل یہی مطلب تھا۔تو پھر وہ کس طرح یکساں ہو سکتے ہیں؟اس لئے کہ ہر ایک، دوسرے کے وجود کے لئے شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ یکسانیت کا یہ پہلا مفہوم ہے۔

لیکن کیا صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ متضاد پہلوؤں میں سے ہر ایک، دوسرے کے وجود کے لئے شرط کی حیثیت رکھتا ہے، ان کے درمیان یکسانیت ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ ایک ہی وجود میں ایک ساتھ موجود رہ سکتے ہیں؟ نہیں، یہ کافی نہیں ہے۔ متضاد پہلوؤں کے وجود کے لئے ان پہلوؤں کے ایک دوسرے پر انحصار سے ہی بات ختم نہیں ہو جاتی۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات ان کا ایک دوسرے میں تبدیل ہونا ہے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص حالات میں کسی شے کے اندر متضاد پہلوؤں میں سے ہر ایک پہلو خود کو اپنی ضد میں تبدیل کر لیتا ہے، اپنی حیثیت کو اپنی ضد کی حیثیت میں بدل دیتا ہے۔ یہ تضاد کی یکسانیت کا دوسرا مفہوم ہے۔

یہاں بھی یہ یکسانیت کیوں ہے؟ آپ دیکھتے ہیں کہ پرولتاریہ جو ایک زمانے میں محکوم ہوتا ہے، انقلاب کے ذریعے حکمراں میں تبدیل ہو جاتا ہے اور بورژوا طبقہ جو پہلے حکمران ہوتا ہے، محکوم میں تبدیل ہو جاتا ہے اور اپنی حیثیت کو اس حیثیت میں بدل دیتا ہے جو ابتداً اس کی ضد کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ بات سوویت یونین میں وقوع پذیر ہو چکی ہے اور اسی طرح یہ ساری دنیا میں وقوع پذیر ہو گی۔ اگر مخصوص حالات میں اضداد میں باہمی تعلق اور یکسانیت نہ ہو تو ایسی تبدیلی کیوں کر پیدا ہو سکتی ہے؟

کومنتانگ، جس نے چین کی جدید تاریخ کے ایک خاص مرحلے پر کسی حد تک مثبت کردار ادا کیا تھا، 1927 کے بعد اپنی جبلی طبقاتی نوعیت اور سامراجیوں کے بہلاووں (یہ شرائط تھیں) کی بنا پر انقلاب دشمن بن گئی، لیکن اب چین اور جاپان کے درمیان تضاد کی شدت اور کمیونسٹ پارٹی کی متحدہ محاذ کی پالیسی (یہ شرائط ہیں) کی وجہ سے وہ جاپان کے خلاف مزاحمت کرنے کے لئے رضامند ہونے پر مجبور ہو گئی۔ متضاد اشیا ایک دوسرے میں تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور اس میں ایک واضح یکسانیت مضمر ہے۔

ہمارا انقلاب اراضی ایک ایسا عمل رہا ہے جس میں زمیندار طبقہ جو زمین کا مالک تھا، ایک ایسے طبقے میں تبدیل ہو گیا جو اپنی زمین سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے اور کسان، جو کبھی اپنی زمین کھو چکے تھے، ایسے چھوٹے مالکان میں تبدیل ہو گئے جنہوں نے زمین حاصل کر لی ہے، اور یہ عمل آئندہ بھی جاری رہے گا۔ مخصوص حالات میں ملکیت اور عدم ملکیت، حصول اور محرومی باہم متعلق ہوتے ہیں، دونوں میں یکسانیت ہوتی

ہے۔ سوشلزم کے تحت کسان کی نجی سوشلسٹ زراعت کی عوامی ملکیت میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ سوویت یونین میں ایسا ہو چکا ہے اور دوسری تمام جگہوں پر بھی ایسا ہی ہو گا۔ نجی ملکیت کو عوامی ملکیت کی طرف لے جانے والا ایک پل ہوتا ہے، جسے فلسفے میں یکسانیت، یا ایک دوسرے میں تبدیل، یا باہمی نفوذ کہتے ہیں۔

جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے، جنگ اور امن اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کرتے ہیں۔ جنگ امن میں تبدیل ہو جاتی ہے، مثال کے طور پر پہلی عالمی جنگ، بعد از جنگ امن میں تبدیل ہو گئی تھی، اور چین میں خانہ جنگی اب بند ہو گئی ہے اور اس کی جگہ اندرونی امن قائم ہو گیا ہے۔ امن جنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے، مثال کے طور پر 1927 میں کومنتانگ۔ کمیونسٹ تعاون جنگ میں بدل گیا تھا، اور آج کی عالمی امن کی صورت حال دوسری عالمی جنگ میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ طبقاتی سماج میں جنگ اور امن جیسی متضاد اشیا مخصوص حالات میں یکسانیت رکھتی ہیں۔

تمام متضاد اشیا باہم متعلق ہوتی ہیں۔ نہ صرف مخصوص حالات میں وہ ایک ہی وجود میں ایک ساتھ موجود ہوتی ہیں، بلکہ دوسرے مخصوص حالات میں وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کر دیتی ہیں۔ اضداد کی یکسانیت کا جامع مفہوم یہی ہے۔ لینن کا یہی مطلب تھا، جب انہوں نے اس پر بحث کی تھی کہ ''وہ کس طرح یکساں واقع ہوتے ہیں (کس طرح یکساں بن جاتے ہیں)۔ کن شرائط کے تحت وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کرتے ہیں اور یکساں ہو جاتے ہیں''۔

''انسانی ذہن کو کس وجہ سے ان اضداد کو مردہ اور جامد نہیں سمجھنا چاہیئے، بلکہ انہیں زندہ، مشروط، متحرک، اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کرنے والے سمجھنا چاہیئے''؟ اس لئے کہ معروضی حقیقت میں اشیا بالکل اسی طرح ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ معروضی اشیا میں اضداد کی وحدت یا یکسانیت مردہ یا جامد نہیں بلکہ زندہ، مشروط، متحرک، عارضی اور اضافی ہوتی ہے۔ مخصوص حالات میں ہر متضاد پہلو اپنے آپ کو اپنی ضد میں تبدیل کر لیتا ہے۔ یہ حقیقت جب انسانی فکر میں منعکس ہوتی ہے تو مادی جدلیات کا مارکسی کائناتی تصور بن جاتی ہے۔ صرف ماضی اور حال کے رجعت پسند حکمراں طبقے اور ان کے خدمت گزار مابعدالطبیعات کے علمبردار ہی ان اضداد کو زندہ، مشروط، متحرک اور اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل ہونے والے نہیں سمجھتے بلکہ انہیں مردہ اور جامد سمجھتے ہیں اور وہ عوام کو فریب دینے کے لئے اس گمراہ کن نظریے کی ہر جگہ تشہیر کرتے ہیں اور اس طرح اپنے اقتدار کو دائمی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کمیونسٹوں کا فرض ہے کہ وہ رجعت پسندوں اور مابعد الطبیعات کے علمبرداروں کو بے نقاب کریں، اشیا میں فطری طور پر موجود جدلیات کی تبلیغ کریں، اوراس طرح اشیا کے ایک دوسرے میں تبدیل ہونے کی رفتار کو تیز کریں اور انقلاب کے مقصد کی تکمیل کریں۔

مخصوص حالات میں اضداد کی یکسانیت کا ذکر کرنے سے ہماری مراد حقیقی اور ٹھوس اضداد اور اضداد کی ایک دوسرے میں حقیقی اور ٹھوس تبدیلیوں سے ہے۔ دیومالا میں لاتعداد تبدیلیوں کا ذکر ہے، مثلاً «پہاڑوں اور سمندروں کی کتاب» میں ''سورج کے ساتھ کھوافو کی دوڑ'' ☆17، «ہوائی نان زی» میں ''ای کا نو سورجوں کو مار گرانا'' ☆18، «مغرب کی یاترا» میں بندر بادشاہ کی 72 بار کایا پلٹ ☆19، «لیاؤ چائی کی عجیب وغریب کہانیاں» ☆20 میں بھوتوں اور لومڑیوں کے انسانوں کی شکل اختیار کرنے کے بے شمار قصے، وغیرہ وغیرہ، لیکن اضداد کی یہ افسانوی تبدیلیاں ایسی ٹھوس تبدیلیاں نہیں جن سے ٹھوس تضادات کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ تو طفلانہ، خیالی، اور موضوعی طور پر متصور تبدیلیاں ہیں، جو بے شمار اور پیچیدہ حقیقی اضداد کی ایک دوسرے میں تبدیلیوں کی بنا پر انسانوں کے ذہنوں میں خیالی پیکر بن کر ظاہر ہوئی تھیں۔ مارکس نے کہا ہے: ''تمام دیومالا تخیل میں اور تخیل کے ذریعے فطرت کی قوتوں کو قابو میں لاتی ہے، ان پر غلبہ حاصل کرتی ہے اور ان کو پیکروں میں ڈھالتی ہے، چنانچہ جیسے ہی انسان فطرت کی قوتوں پر قابو پاتا ہے، دیومالا غائب ہو جاتی ہے۔'' ☆21 دیومالا میں (اور بچوں کی کہانیوں میں بھی) تبدیلیوں کے لاتعداد قصے لوگوں کے لئے تفریح طبع کا باعث بنتے ہیں کیونکہ وہ تخیل میں فطرت کی قوتوں پر انسان کی تسخیر کی تصویر کشی کرتے ہیں اور بہترین دیومالاؤں میں، جیسا کہ مارکس نے کہا ہے، ''دائمی دلکشی'' ہوتی ہے۔ تاہم، دیومالاؤں کی بنیاد ایسے ٹھوس تضادات پر نہیں ہوتی جو مخصوص حالات میں موجود ہوتے ہیں، اس لئے یہ سائنسی انداز میں حقیقت کی عکاسی نہیں کرتیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دیومالاؤں یا بچوں کی کہانیوں میں تضاد کی تشکیل کرنے والے پہلوؤں کی یکسانیت خیالی ہوتی ہے، ٹھوس نہیں ہوتی۔ حقیقی تبدیلیوں میں یکسانیت کی سائنسی عکاسی ہی کا نام مارکسی جدلیات ہے۔

ایسا کیوں ہے کہ انڈا تو چوزے کی شکل اختیار کر سکتا ہے لیکن پتھر نہیں کر سکتا؟ ایسا کیوں ہے کہ جنگ اور امن میں تو یکسانیت ہے لیکن جنگ اور پتھر میں یکسانیت نہیں ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ انسان صرف انسان کو جنم دے سکتا ہے اور کسی اور چیز کو جنم نہیں دے سکتا؟ اس کا واحد سبب یہ ہے کہ اضداد کی

یکسانیت صرف ضروری مخصوص شرائط میں ہی پائی جاتی ہے۔اگر یہ ضروری مخصوص شرائط نہ ہوں تو کسی قسم کی یکسانیت نہیں ہوسکتی۔

ایسا کیوں ہے کہ 1917 میں روس میں فروری کے بورژوا۔ جمہوری انقلاب کا پرولتاریہ سوشلسٹ انقلاب اکتوبر کے ساتھ براہ راست تعلق تھا جب کہ فرانس میں بورژوا انقلاب کا سوشلسٹ انقلاب کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہ تھا اور 1817 کا پیرس کیمون بالآخر ناکام ہوگیا تھا؟ دوسری طرف ایسا کیوں ہے کہ منگولیا اور وسط ایشیا کے خانہ بدوشی کے نظام کا سوشلزم کے ساتھ براہ راست تعلق رہا ہے؟ ایسا کیوں ہے کہ چینی انقلاب مغربی ممالک کے قدیم تاریخی راستے کو اختیار کئے بغیر، بورژوا آمریت کے دور سے گزرے بغیر سرمایہ دارانہ مستقبل سے بچ سکتا ہے اور سوشلزم سے براہ راست وابستہ ہوسکتا ہے؟ اس کا واحد سبب وقت کے ٹھوس حالات ہیں۔ جب بعض ضروری حالات موجود ہوتے ہیں تو اشیا کی نشو ونما کے عمل کے دوران مخصوص تضادات پیدا ہوجاتے ہیں، مزید برآں ان میں مضمر اضداد ایک دوسرے پر انحصار کرتے ہیں۔ اور ایک دوسرے میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ ورنہ ان میں سے کچھ بھی ممکن نہ ہو۔

یکسانیت کا مسئلہ یہی ہے۔تو پھر کشمکش کیا ہے؟ اور یکسانیت اور کشمکش کے درمیان کیا تعلق ہے؟

لینن نے کہا ہے:

اضداد کی وحدت (مطابقت، یکسانیت، توازن) مشروط، عارضی، عبوری اور اضافی ہوتی ہے۔ باہمی نقیض اضداد کی کشمکش مطلق ہوتی ہے، بالکل ایسے ہی جیسے کہ نشو ونما، حرکت مطلق ہوتی ہے۔☆22

اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

تمام اعمال کی ایک ابتدا ہوتی ہے اور ایک انتہا ہوتی ہے، اور تمام اعمال اپنے آپ کو اپنے اضداد میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ تمام اعمال کا ثبات اضافی ہوتا ہے، لیکن ایک عمل کی دوسرے عمل میں تبدیلی سے ظاہر ہونے والی تغیر پذیری مطلق ہوتی ہے۔

تمام اشیا میں حرکت کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک حالت اضافی سکون کی ہوتی ہے اور دوسری حالت نمایاں تبدیلی کی ہوتی ہے۔ یہ دونوں حالتیں ان دو متضاد عناصر کے درمیان کشمکش کا نتیجہ ہوتی ہیں جو کسی شے میں پائے جاتے ہیں۔ جب کوئی شے حرکت کی پہلی حالت میں ہوتی ہے تو اس میں محض مقدار

کی تبدیلی ہورہی ہوتی ہے، کیفیت کی نہیں، اسی لئے وہ بظاہر پرسکون دکھائی دیتی ہے۔ جب کوئی شے حرکت کی دوسری حالت میں ہوتی ہے تو پہلی حالت کی مقداری تبدیلی نقطہ عروج کو پہنچ چکی ہوتی ہے اور شے کی تحلیل کو بطور ایک وجود ابھارتی ہے جس کے نتیجے میں کیفیتی تبدیلی شروع ہو جاتی ہے اور اس طرح ایک نمایاں تبدیلی سامنے آجاتی ہے۔ ایسی وحدت، یکجہتی، میل، ہم آہنگی، توازن، قرار، تعطل، سکون ثبات، تناسب، انجماد، کشش وغیرہ، جن کو ہم روز مرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں، ان سب سے اشیا کی مقداری تبدیلی کی حالت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وحدت کی تحلیل یعنی اس یکجہتی، میل، ہم آہنگی، توازن، قرار، تعطل، سکون، ثبات، تناسب، انجماد اور کشش کی تباہی اور ان میں سے ہر ایک کی اپنی ضد میں تبدیلی، ان سب سے اشیا کی کیفیتی تبدیلی کی حالت، یعنی ایک عمل کی دوسرے عمل میں تبدیلی کا اظہار ہوتا ہے۔ اشیا اپنے آپ کو مسلسل، حرکت کی پہلی حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرتی رہتی ہیں۔ اضداد کی کشمکش تو دونوں ہی حالتوں میں جاری رہتی ہے، لیکن تضاد دوسری حالت میں حل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ضادا کی وحدت مشروط، عارضی اور اضافی ہوتی ہے، جب کہ باہمی نقیض اضداد کی کشمکش مطلق ہوتی ہے۔

ہم نے جب اوپر یہ کہا تھا کہ دو مخالف اشیا ایک ہی وجود میں ایک ساتھ موجود رہ سکتی ہیں اور اپنے آپ کو دوسرے میں تبدیلی کر سکتی ہیں کیونکہ ان میں یکسانیت ہوتی ہے، تو ہم مشروطیت کی بات کر رہے تھے، مطلب یہ ہے کہ مخصوص حالات میں دو متضاد اشیا متحد ہو سکتی ہیں اور وہ اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کر سکتی ہیں۔ لیکن ان حالات کی غیر موجودگی میں وہ تضاد کی تشکیل نہیں کر سکتیں، ایک ہی وجود میں ایک ساتھ موجود نہیں رہ سکتیں اور اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل نہیں کر سکتیں۔ اور اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل نہیں کر سکتیں۔ چونکہ اضداد کی یکسانیت صرف مخصوص حالات ہی میں پائی جاتی ہے، اس لئے ہم نے یہ کہا ہے کہ یکسانیت مشروط اور اضافی ہوتی ہے۔ ہم مزید یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ اضداد کی کشمکش کسی عمل میں شروع سے آخر تک جاری وساری رہتی ہے اور عمل کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دوسرے عمل میں تبدیل کر سکے، یہ کہ یہ ہر جگہ موجود ہوتی ہے اور یہ کہ اس بنا پر یکسانیت اور غیر مشروط کرتا ہے۔

مشروط اور اضافی یکسانیت اور غیر مشروط اور مطلق کشمکش کا امتزاج تمام اشیا میں اضداد کی حرکت

کی تشکیل کرتا ہے۔

ہم چینی اکثر کہتے ہیں: ''وہ اشیا جو ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں، ایک دوسرے کی تکمیل بھی کرتی ہیں۔'' ☆23 اس کا مطلب یہ ہے کہ جو اشیا ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں ان میں یکسانیت ہوتی ہے۔ یہ مقولہ جدلیاتی ہے اور مابعد الطبیعات کے برعکس ہے۔ ''ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ دو متضاد پہلو ایک دوسرے کے نقیض ہوتے ہیں یا ان کے درمیان کشمکش ہوتی ہے۔ ''ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ مخصوص حالات میں دو متضاد پہلو متحد ہو جاتے ہیں اور ان میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے باوجود یکسانیت میں فطری طور پر کشمکش موجود ہوتی ہے اور اگر کشمکش نہ ہو تو کوئی یکسانیت نہیں ہو سکتی۔

یکسانیت میں کشمکش ہوتی ہے، تخصیص میں ہمہ گیریت ہوتی ہے اور انفرادیت میں عمومیت ہوتی ہے۔ بقول لینن: ''.....اضافیت میں مطلقیت ہوتی ہے۔'' ☆24

6- تضاد میں مخاصمت کی حیثیت

اضداد کی کشمکش کے سوال میں یہ سوال بھی شامل ہے کہ مخاصمت کیا ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ مخاصمت اضداد کی کشمکش کی ایک شکل ہے، لیکن اضداد کی کشمکش کی واحد شکل نہیں ہے۔

انسانی تاریخ میں طبقات کے درمیان مخاصمت، اضداد کی کشمکش کے ایک خصوصی اظہار کی حیثیت سے موجود رہتی ہے۔ استحصالی طبقے اور زیر استحصال طبقے کے درمیان تضاد پر غور کیجئے۔ ایسے متضاد طبقات ایک ہی سماج میں طویل عرصے تک ایک ساتھ موجود رہتے ہیں، خواہ وہ غلامانہ سماج ہو، جاگیردارانہ سماج ہو یا سرمایہ دارانہ سماج، اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ کشمکش کرتے ہیں۔ تاہم، دونوں طبقوں کے درمیان یہ تضاد صرف اسی وقت کھلی مخاصمت کی شکل اختیار کرتا ہے اور انقلاب کی شکل اختیار کرتا ہے، جب کہ یہ تضاد ترقی کر کے ایک خاص مرحلے پر پہنچ جاتا ہے۔ یہ بات طبقاتی سماج میں امن کی جنگ میں تبدیلی پر بھی صادق آتی ہے۔

جب تک بم نہیں پھٹتا اس وقت تک وہ ایک واحد وجود ہوتا ہے، جس کے اندر اضداد مخصوص حالات میں ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ یہ اس وقت پھٹتا ہے جبکہ ایک نئی شرط (آتش گیری) پیدا ہوتی

ہے۔اس سے ملتی جلتی صورت حال ان تمام فطری مظاہر میں بھی پیدا ہوتی ہے جو بالآخر پرانے تضادات کو حل کرنے اور نئی اشیا کو جنم دینے کے لئے کھلے تصادم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

اس حقیقت کا سمجھ لینا انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ یہ حقیقت ہمیں اس بات کو سمجھنے کے قابل بناتی ہے کہ طبقاتی سماج میں انقلابات اور انقلابی جنگیں ناگزیر ہوتی ہیں اور ان کے بغیر سماجی ارتقا میں بڑی زقند لگانا اور رجعت پسند حکمراں طبقوں کا تختہ الٹنا ممکن نہیں ہوتا، اور اس طرح عوام کے لئے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ کمیونسٹوں کو عوام کے لئے سیاسی اقتدار حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ کمیونسٹوں کو رجعت پسندوں کے پرفریب پروپیگنڈے کی قلعی کھولنی چاہیئے، مثلاً ان کا یہ دعویٰ ہے کہ سماجی انقلاب غیر ضروری اور ناممکن ہے۔ انہیں سماجی انقلاب کے مارکسی لیننی نظریے پر ثابت قدم رہنا چاہیئے اور عوام کو یہ سمجھنے کے قابل بنانا چاہیئے کہ سماجی انقلاب نہ صرف قطعی ضروری ہے بلکہ قطعی قابل عمل ہے، اور یہ کہ بنی نوع انسان کی پوری تاریخ اور سوویت یونین کی فتحمندی نے اس سائنسی صداقت کی تصدیق کر دی ہے۔

تاہم، ہمارے لئے ضروری ہے کہ اضداد کی ہر مخصوص کشمکش کے حالات کا ٹھوس مطالعہ کریں اور ہمیں ہر شے پر متذکرہ بالا فارمولے کا من مانے طور پر اطلاق نہیں کرنا چاہیئے۔ تضاد اور کشمکش ہمہ گیر اور مطلق ہوتے ہیں لیکن تضادات کو حل کرنے کے طریقے یعنی کشمکش کی شکلیں، تضادات کی نوعیت میں اختلافات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ کچھ تضادات کا خاصہ کھلی مخاصمت ہوتا ہے، لیکن کچھ ایسے نہیں ہوتے۔ اشیا کی ٹھوس نشو ونما کے مطابق کچھ تضادات جو ابتداً غیر مخاصمانہ ہوتے ہیں، مخاصمانہ صورت اختیار کر لیتے ہیں اور کچھ تضادات جو ابتداً مخاصمانہ ہوتے ہیں، غیر مخاصمانہ صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، جب تک طبقات موجود ہیں، کمیونسٹ پارٹی کے اندر صحیح اور غلط خیالات کے درمیان تضادات، پارٹی کے اندر تضادات کا عکس ہوں گے۔ ابتدا میں، یا بعض مسائل کے سلسلے میں، ہوسکتا ہے کہ ایسے تضادات اپنے آپ کو مخاصمانہ تضادات کے طور پر ظاہر نہ کریں۔ لیکن طبقاتی جدوجہد کی نشو ونما کے ساتھ ساتھ ممکن ہے وہ مخاصمانہ صورت اختیار کر لیں۔ سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ لینن اور اسٹالن کی صحیح فکر اور ٹراٹسکی اور بخارن وغیرہ کی لغو فکر کے درمیان تضادات ابتدا میں مخاصمانہ صورت میں ظاہر نہیں ہوئے تھے، لیکن بعد میں وہ مخاصمانہ صورت اختیار کر گئے۔ چینی کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ میں بھی ایسے ہی واقعات موجود ہیں۔ ابتدا میں ہماری پارٹی کے بہت

سے کامریڈوں کی صحیح فکر اور چھن تو شیو اور چانگ کو تھاؤ وغیرہ کی لغو فکر کے درمیان تضادات بھی مخاصمانہ صورت میں ظاہر نہیں ہوئے تھے، لیکن بعد میں وہ مخاصمانہ صورت اختیار کر گئے موجودہ دور میں ہماری پارٹی میں صحیح اور غیر صحیح فکر کے درمیان تضاد اپنا اظہار مخاصمانہ صورت میں نہیں کرتا اور اگر وہ کامریڈ جنہوں نے غلطیاں کی ہیں، اپنی غلطیوں کی اصلاح کرسکیں تو یہ تضاد مخاصمت کی صورت اختیار نہیں کرے گا۔ لہذا پارٹی کے لئے لازمی ہے کہ وہ ایک طرف تو غلط فکر کے خلاف سنجیدگی کے ساتھ جدوجہد کرے اور دوسری طرف ان کامریڈوں کو، جنہوں نے غلطیاں کی ہیں، ہوش میں آنے کا پورا موقع دے۔ چونکہ صورت حال اس قسم کی ہے، اس لئے حد سے زیادہ جدوجہد بالکل غیر مناسب ہے۔ تاہم اگر وہ لوگ جنہوں نے غلطیاں کی ہیں، اپنی غلطیوں پر اصرار کریں اور انہیں سنگین بنا دیں تو اس امر کا امکان ہے کہ یہ تضاد مخاصمت کی صورت اختیار کرلے گا۔

معاشی اعتبار سے شہر اور گاؤں کے درمیان تضاد سرمایہ دارانہ سماج میں بھی انتہائی مخاصمانہ ہے (جہاں بورژوا طبقے کی حکمرانی کے تحت شہر دیہی علاقوں کو نہایت بے رحمی سے لوٹتے ہیں) اور چین میں کومنتانگ کے زیر تسلط علاقوں میں بھی (جہاں غیر ملکی سامراج اور چین کے بڑے کمپراڈور بورژوا طبقے کی حکمرانی کے تحت شہر دیہی علاقوں کو نہایت ظالمانہ طور پر لوٹتے ہیں)۔ لیکن ایک سوشلسٹ ملک میں اور ہمارے انقلابی اڈوں کے علاقوں میں یہ مخاصمانہ تضاد غیر مخاصمانہ تضاد میں تبدیل ہو گیا ہے، اور جب کمیونسٹ سماج وجود میں آجائے گا تو یہ تضاد ختم ہوجائے گا۔

لینن نے کہا ہے: ''مخاصمت اور تضاد قطعی طور پر ایک ہی اور ایک جیسے ہی نہیں ہیں۔ سوشلزم کے تحت مخاصمت ختم ہوجائے گی، تضاد موجود رہے گا۔'' ☆25 اس کا مطلب یہ ہے کہ مخاصمت، اضداد کی کشمکش کی ایک شکل تو ہے لیکن اس کی واحد و یگانہ شکل نہیں ہے۔ مخاصمت کے فارمولے کا ہر جگہ من مانے طور پر اطلاق نہیں کیا جاسکتا۔

7- حرف آخر

اب ہم خلاصے کے طور پر چند الفاظ کہہ سکتے ہیں۔ اشیا میں تضاد کا قانون یعنی وحدت اضداد کا قانون، فطرت اور سماج کا بنیادی قانون ہے اور اسی لئے یہ فکر کا بھی بنیادی قانون ہے۔ یہ مابعد الطبعیاتی

کائناتی تصور کے بالکل برعکس ہے۔ یہ انسانی علم کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب کی نمائندگی کرتا ہے۔ جدلیاتی مادیت کے مطابق تضاد، معروضی وجود رکھنے والی اشیا اور موضوعی فکر کے تمام اعمال میں موجود ہوتا ہے اور ان تمام اعمال میں شروع سے آخر تک جاری وساری رہتا ہے۔ یہ تضاد کی ہمہ گیریت اور مطابقت ہے۔ ہر تضاد اور اس کے ہر پہلو کی اپنی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ یہ تضاد کی تخصیص اور اضافیت ہے۔ مخصوص حالات میں اضداد میں یکسانیت ہوتی ہے اور اس کی بنا پر وہ ایک ہی وجود میں ایک ساتھ موجود رہ سکتے ہیں اور اپنے آپ کو ایک دوسرے میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ یہ بھی تضاد کی تخصیص اور اضافیت ہے۔ لیکن اضداد کی کشمکش کبھی ختم نہیں ہوتی، یہ اس وقت بھی جاری رہتی ہے جب اضداد ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں اور اس وقت بھی، جب وہ ایک دوسرے میں تبدیل ہو رہے ہوتے ہیں اور یہ اس وقت خاص طور پر نمایاں ہو جاتی ہے، جب وہ ایک دوسرے میں تبدیل ہو رہے ہوتے ہیں۔ یہ بھی تضاد کی ہمہ گیریت اور مطلقیت ہے۔ تضاد کی تخصیص اور اضافیت کا مطالعہ کرتے وقت ہمیں اصل تضاد اور غیر اصل تضادات کے درمیان امتیاز کرتے وقت ہمیں اصل تضاد اور غیر اصل تضادات کے درمیان امتیاز کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ تضاد کی ہمہ گیریت اور تضاد میں اضداد کی کشمکش کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں کشمکش کی مختلف شکلوں کے درمیان امتیاز کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے، ورنہ ہم غلطیوں کا ارتکاب کر بیٹھیں گے۔ اگر ہم مطالعے کے ذریعے ان ضروری باتوں کا، جن کی وضاحت اوپر کی جا چکی ہے، حقیقی ادراک حاصل کر لیں تو ہم ان عقیدہ پرستانہ خیالات کی بیخ کنی کر سکیں گے جو مارکسزم۔لینن ازم کے بنیادی اصولوں کے منافی ہیں اور ہمارے انقلابی نصب العین کے لئے نقصان دہ ہیں، اور ہمارے وہ کامریڈ جو عملی تجربہ رکھتے ہیں، اپنے تجربے کو اصولوں کی صورت دے سکیں گے اور تجربیت پسندانہ غلطیوں کا اعادہ کرنے سے اجتناب کر سکیں گے۔ یہ ہیں وہ چند سادہ سے نتائج جو ہم نے تضاد کے قانون کے مطالعے سے اخذ کئے ہیں۔

تشریحات

1-وی۔آئی۔لینن، <<فلسفے کے بارے میں یادداشت>>: ''ہیگل کی تصنیف <<تاریخ فلسفہ>> کی پہلی جلد میں 'ایلیات مکتبِ فکر کا فلسفہ' کا خاکہ''۔

2-وی۔آئی۔لینن نے اپنے مضمون ''جدلیات کے سوال کے بارے میں'' میں کہا ہے: ''کسی ایک کل کی دوحصوں میں تقسیم اوراس کے متضاد اجزا کا وقوف (ملاحظہ کیجئے، لاسال کی ہیراکلیٹس پر کتاب کے تیسرے حصے ''شعور کے بارے میں'' کی ابتدا میں ہیراکلیٹس کے سلسلے میں فلو کا قول) جدلیات کا لب لباب (مبادیات میں سے ایک مبادی، اگر بنیادی نہیں تو بنیادی خصوصیات یا شکلوں میں سے ایک) ہے: ''اپنی تصنیف ''ہیگل کے <<علم منطق>> کا خاکہ'' میں انہوں نے کہا ہے: ''مختصراً کو وحدت اضداد کا نظریہ کہا جا سکتا ہے۔اس سے جدلیات کی روح تک رسائی ہو جاتی ہے، لیکن اسے واضح اور جامع بنانے کی ضرورت ہے۔''

3-وی۔آئی۔لینن، ''جدلیات کے سوال کے بارے میں''۔

4-تو نگ چونگ شو (179-104 ق۔م) نے جو ہان خاندان میں کنفیوشس مکتب فکر کا ایک مشہور ترجمان تھا، شہنشاہ اورتی سے کہا تھا: ''تاؤ آسمان سے جنم لیتا ہے، جس طرح آسمانہیں بدلتا، اسی طرح تاؤ بھی نہیں بدلتا۔'' ''تاؤ'' قدیم چین کے فلسفیوں کے لئے ایک عام اصطلاح تھی، اس سے مراد ''راہ'' دلیل'' ہے، اسے ''قانون'' یا ''قاعدہ'' بھی کہا جا سکتا ہے۔

5-ملاحظہ کیجئے، فریڈرک اینگلس، ''جدلیات۔مقدار اور کیفیت''، <<اینٹی ڈیورنگ>>، باب اول، حصہ 12-

6-ملاحظۂہ کیجئے، وی۔آئی۔لینن، ''جدلیات کے سوال کے بارے میں''۔

7-فریڈرک اینگلس، ''جدلیات۔مقدار اور کیفیت''، <<اینٹی ڈیورنگ>>، باب اول، حصہ 12-

8-وی۔آئی۔لینن، ''جدلیات کے سوال کے بارے میں''۔

9-ایضاً۔

10-ملاحظہ کیجئے، وی۔آئی۔لینن، ''کمیونزم'' (12/جون 1920)۔اور ملاحظہ کیجئے ''چین کی انقلابی جنگ کی حکمت عملی کے مسائل''، تشریح نمبر 10-

11-ملاحظہ کیجئے ''حملے کی حکمت عملی''، <<سون زی>>، باب 3-

12-وی جنگ (580-643) تانگ خاندان کی ابتدائی دور کا ایک مدبر اور مورخ تھا۔اس

مضمون میں یہ فقرہ <<زی چی تھونگ چین>> نامی کتاب کی 192 ویں جلد سے لیا گیا ہے۔

13-<<دلدلوں کے ہیرو>> چودہویں صدی کا ایک مشہور چینی ناول ہے جس میں شمالی سونگ خاندان کے آخری دور کی ایک کسان جنگ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سنگ چیانگ اس ناول کا ہیرو ہے۔ موضع چو، کسان جنگ کے اڈے کے علاقے لیانگ شان پو کے گردونواح میں واقع تھا۔ اس گاؤں کا سربراہ چو چھاؤ فنگ ایک بڑا جابر اور ظالم زمیندار تھا۔

14- وی۔ آئی۔ لینن، ''ٹریڈ یونینوں، موجودہ صورت حال اور ٹراٹسکی اور بخارن کی غلطیوں پر ایک بار پھر اظہار خیال''۔

15-ملاحظہ کیجئے، وی۔ آئی۔ لینن، ''کیا کرنا چاہیئے؟''، باب اول، حصہ 4-

16-وی۔ آئی۔ لینن، ''ہیگل کے <<علم منطق>> کا خاکہ''۔

17- <<پہاڑوں اور سمندروں کی کتاب>> ''برسر پیکار ریاستوں'' (403-221 ق۔ م) کے عہد میں لکھی گئی تھی۔ کھوافو <<پہاڑوں اور سمندروں کی کتاب>> کا ایک مافوق الفطرت کردار تھا۔ اسی کتاب کے <<ہائی وائی پئی چینگ>> میں لکھا ہے: ''کھوافو سورج کا تعاقب کر رہا تھا، جب وہ اس کے قریب پہنچا تو پیاس سے بیتاب ہوگیا۔ اس نے دریائے زرد اور دریائے وی شوئی کا سارا پانی پی لیا لیکن پھر بھی اس کی پیاس نہیں بجھی، اس لئے وہ بڑے دریا کا پانی پینے کے لئے شمال کی جانب چل دیا، لیکن اس نے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ دیا۔ مرنے سے پہلے اس نے اپنا عصا نیچے پھینک دیا، جو جنگل کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔

18-ای، قدیم چین کے افسانوی ہیروؤں میں سے ایک ہے جو اپنی تیراندازی کے لئے مشہور تھا، ''سورجوں کو مار گرانا'' اس کی تیراندازی کے بارے میں ایک مشہور کہانی ہے۔ <<ہوائی نان زی>> نامی کتاب میں جو ہان خاندان کے لیو آن نے (دوسری صدی قبل مسیح کا ایک رئیس) لکھی تھی، یہ لکھا ہے: ''شہنشاہ یاؤ کے عہد میں آسمان پر دس سورج ایک ساتھ ابھرے تھے۔ ان دھکتے سورجوں نے ساری فصلیں اور جمادات و نباتات جلا ڈالیں اور عوام کھانے پینے کو ترسنے لگے۔ اس کے علاوہ طرح طرح کے خوفناک جانور بھی عوام کو نقصان پہنچاتے تھے۔ اس لئے شہنشاہ یاؤ کے حکم پر ای نے آسمان سے ان سورجوں کو مار گرایا اور زمین پر ان خوفناک جانوروں کو مار ڈالا..... تب کہیں جا کر عوام نے سکون کا

سانس لیا۔'' مشرقی ہان خاندان کے وانگ اے نے (دوسری صدی کا ایک مصنف) شاعر چھیو یوان کی نظم ''آسمان سے پوچھو'' کی تشریحات میں بتایا ہے: ''<<ہوائی نان زی>> کے مطابق شہنشاہ یاؤ کے عہد میں آسمان پر دس سورج ایک ساتھ ابھرے تھے اور تمام جمادات و نباتات جل گئی تھیں۔ شہنشاہ یاؤ نے ای کو حکم دیا کہ وہ ان سورجوں کو مار گرائے۔ ای نے دس میں سے نو سورجوں کو مار گرایا،.... صرف ایک کو چھوڑ دیا۔''

19- <<مغرب کی یاترا>> سولہویں صدی کا ایک دیو مالائی ناول ہے جس کا ہیرو بندر دیوتا سون وو کھونگ ہے جو معجزانہ طور پر خود کو 72 مختلف شکلوں میں، مثلاً چڑیا، جانور، کیڑے مکوڑے، مچھلی، گھاس، درخت، پتھر یا انسان میں تبدیل کر لیتا ہے۔

20- کتاب <<لیاؤ چائی کی عجیب و غریب کہانیاں>> جو سترہویں صدی میں چھینگ خاندان کے پھو سونگ لینگ نے لوک کہانیوں کی بنیاد پر لکھی تھی، 431 کہانیوں کا ایک مجموعہ ہے۔ اس میں بیشتر کہانیاں بھوتوں اور لومڑیوں کی روحوں کے بارے میں ہیں۔

21- کارل مارکس، ''سیاسی معاشیات پر تنقید کا تعارف''۔

22- وی۔آئی۔لینن، ''جدلیات کے سوال کے بارے میں''۔

23- ''وہ اشیا جو ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہیں، ایک دوسرے کی تکمیل بھی کرتی ہیں''، اس کہاوت کا استعمال سب سے پہلے پہلی صدی کے مشہور چینی مورخ پان کو نے اپنی تصنیف <<قدیم ہان خاندان کی تاریخ>> کی 30 ویں جلد <<ای ون چی>> میں کیا تھا۔ یہ بہت عرصے سے ایک مقبول عام کہاوت ہے۔

24- ملاحظہ کیجئے، وی۔آئی۔لینن، ''جدلیات کے سوال کے بارے میں''۔

25- ملاحظہ کیجئے، وی۔آئی۔لینن، ''این۔آئی۔بخارن کی کتاب <<عبوری دور کی معاشیات>> پر تبصرہ''۔

پڑھنے والوں سے

اس کتاب کو رضیہ سلطانہ نے marxists.org\urdu کے لئے کمپوز کیا۔

marxists.org کا اردو سیکشن آپ کا بہت شکر گزار ہوگا اگر آپ ہمیں اس کتاب کے مواد اور اس کے ترجمے کے بارے میں اپنی رائے لکھیں۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی مشورہ دے سکیں تو ہم آپ کے شکر گذار رہوں گے۔

اپنی رائے کے لئِے درج ذیل پتے پر ای میل کریں:

hasan@marxists.org

اس کے علاوہ اگر آپ اردو یا کسی اور زبان کے سیکشن کے لئے اپنی خدمات رضا کارانہ طور پر پیش کرنا چاہیں تو انسانی علمی ترقی میں آپ کا حصہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے۔